بازار اسلامی
حکومت کے سایہ میں
مصنف
سید جعفر مرتضی عاملی

بازاراسلامی حکومت کے سایہ میں

مصنف: سید جعفرمرتضی عاملی

مقدمہ

موضوع بحث سے متعلق تحقیق شروع کرنے سے پہلے چند نقاط کی طرف توجہ ضروری نظر آتی ہے:۔

(الف) یہ بحث کثرت مشاغل اور رکاوٹوں کی بنا پر صرف چند دنوں کے اندر تحریر کی گئی ہے لہذا اس میں تمام اسلامی نصوص و دلائل کا احاطہ ممکن نہ ہوسکا کہ یہ بحث مختلف جہات سے ایک کامل بحث کی شکل میں ڈھل کر سامنے آتی۔

(ب) دوسری طرف اس بحث میں جو نصوص و اسناد درج کی گئی ہیں ان کے فنی اور خصوصی معیاروں پر توجہ دیئے بغیر جن کی فقہی مسائل میں رعایت کی جائی ہے خاص طور سے نصوص کی سندوں کی تحقیق اور فقہی بحثوں میں ان کے دوسرے مرسوم و رائج معیاروں کا جائزہ لئے بغیر انھیں فقط پیش کر دیا گیا ہے اور شرح کر دی گئی ہے۔

اسی بنا پر اس بحث کو قابل نفاذ فقہی احکام صادر کرنے کے لئے کافی نہیں سمجھا جا سکتا مگر یہ فقہی مسائل کی تحقیق کے سلسلہ میں معلول اور رائج روش کی بنیاد پر اس پر نظر ثانی کی جائے اس کے بعد مراجع تقلید اور صاحبان فتویٰ سے ان سے متعلق فتویٰ حاصل کیا جائے تاکہ ان کے اجراو عمل کے لئے ایک بنیاد اور شرعی دلیل ہاتھ آسکے۔

(ج) تیسرے یہ کہ اس بحث میں صرف ان ہی نصوص پر اکتفا نہیں کی گئی ہے جنھیں امامیہ نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے بلکہ ان سے آگے بڑھ کر غیر امامیہ کی روایات اس یقین کے ساتھ اس میں شامل کی گئی ہیں کہ ان روایات میں لائے جانے والے بیشتر موضوعات میں

اگرتمام موارد میں نہ سہی تو اکثر موارد میں جعل یا دروغ کا کوئی محرک موجودنہیں ہے۔

اس وجہ سے ان موارد میں امامیہ کے طریقوں سے اگر کوئی روایت نہ مل پائی تو غیرامامیہ کی روایت پر خاص کر اس روایت پر جسے انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے، انحصار واعتماد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہےاور یہ امام صادق علیہ السلام کی اس حدیث پر عمل کے مترادف ہےجس میں حضرت فرماتے ہیں:

"اذا نزلت بکم حادثۃ لاتجدون حکمھا فیھا روی عنا فنظروا الیٰ ما رووہ عن علی علیہ السلام فاعملو بہ" (۱)

"جب بھی کوئی ایسا اتفاق تمھیں پیش آئےجس کا حکم تمھیں ہم سے نقل شدہ روایات میں نہ ملتا ہوتو جو کچھ انھوں نے (عامہ) نے علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے اسے دیکھواوراس پر عمل کرو"

شیخ طوسی نے اس روایت کونقل کرنے کے بعد لکھا ہے اسی لئے "حفص بن غیاث" "غیاث بن کلوب" "نوح بن دراج" "سکونی" نیز عامہ کے دوسرے راویوں نے ہمارے ائمہ علیہم السلام سے جو حدیثیں نقل کی ہیں، امامیہ فرقہ نے ان پر عمل کیا ہے۔ نہ ان سے انکار کیا ہے اورنہ (اپنی روایتوں میں) ان کے مفہوم کے خلاف کچھ پایا ہے۔ (۲)

(د) زیر بحث موضوع جو اسلامی بازار کے نظم اور کنٹرول، تجارت اور تاجروں کے تجارتی افعال پر حکومت کے تسلط سے متعلق ہے۔ یہ بحث بڑی وسیع ہے اور بہت سے شعبوں میں پھیلی ہوئی ہے ہم اس کے صرف چند پہلوؤں کی طرف ہی اشارہ کررہے ہیں اور موضوع کے تمام پہلووں کا دقت نظر اور گہرائی سے جائزہ لینے اور اس سے متعلق جامع و وسیع بحث کو

صاحبان تفحص و تحقیق کے لئے چھوڑ تے ہیں اور خداوند عالم سے دست بہ دعا ہیں کہ ہمیں اپنی گفتار و کردار میں صداقت و استقامت سے ہمکنار کرے۔

تجارت کی اہمیت

یہ بات واضحات میں سے ہے کہ اسلام نے تجارت کا حکم اور اس کی طرف تشویق دلائی ہے۔ (۳)

نیز اسے عقل خرد میں اضافہ کا سبب اور اسے ترک کرنے کو عقل کی کمی (۴) اور اس میں روزی کا ۹ / ۱۰ یعنی دس میں سے ۹ حصہ معین کیا ہے (۵) اور اسے انسان کی عزت و سربلندی قرار دیا ہے، یہاں تک کہ امام صادق علیہ السلام اپنے ایک صحابی سے فرماتے ہیں "اغدالیٰ عزک" (۶) یعنی اپنی عزت و بزرگی (یعنی کاروبار و تجارت) کی طرف قدم بڑھاؤ۔

وہ روایات جو تجارت کی اہمیت پر زور دیتی ہیں اور اس کی طرف تشویق و ترغیب دلاتی ہیں ، بہت ہیں یہاں ہم ان سب کی تحقیق کے درپے نہیں ہیں انشاء اللہ آگے تجارت اور تاجر کی اہمیت کے سلسلہ میں مالک اشتر کے عہد نامہ کے تحت حضرت امیر المو ٔمنین علیہ السلام کا کلام نقل کیا جائے گا۔

احکام اور قواعد و ضوابط

اب جب کہ اسلام تجارت کو اتنی قدر و اہمیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور دوسری طرف تجارت کی بہت سی شاخیں ہیں نیز اس کی راہ میں بڑی مشکلیں درپیش ہیں اور اسے درپیش آنے والا کسی

بھی طرح کا خلل معاشرہ میں سیع پیمانہ پر تیزی کے ساتھ اپنے مثبت یا منفی اثرات مرتب کرتا ہے لہٰذا فطری بات ہے کہ اسلام نے اس کے لئے دقیق قواعد وضوابط اور احکام وقوانین بیان کئے ہوں گے جو اس کے مختلف شعبوں کو نزدیک کریں اس کے متفرقات کو باہم یکجا کریں اور اسے ہر خطا وخلل نیز تجارت میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے امکانی طور پر پیدا ہونے والے ناپسندیدہ اثرات کی روک تھام کریں، تاکہ یہ قوانین وضوابط واحکام، تجارت کو انسانی خدمت کی راہ میں نیز انسانیت کے تحفظ اور اس کی عزت وعظمت فراہم کرنے کا ذریعہ بنائیں، جیسا کہ خداوند عالم چاہتا ہے۔

بہت سی قرانی آیات اور سیکڑوں بلکہ ہزاروں روایات ان احکام کو بیان اور ان کی تفصیل پیش کرتی ہیں اور چوں کہ وہ ان سے مربوط احادیث کی کتابوں میں درج اور لوگوں کی دست رس میں ہیں لہٰذا یہاں انھیں نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

نفاذ اور اجراء

لیکن ظاہر ہے کہ صرف قانون کا بنانا اور حکم وضع کرنا کہ اس پر عمل کیا جائے کافی نہیں ہے بلکہ اسے عملی شکل دینے کے لئے حالات وشرائط کا وجود میں لانا بھی ضروری ہے ایسے اقدامات کئے جائیں جو عملی طور پر قانون اور حکم کے نفاذ میں مددگار ہوسکیں اب ہم دیکھیں کہ اسلام نے اس سلسلہ میں کیا قدم اٹھائے ہیں ؟ یہ جائزہ خود اس سوال کا جواب ہوگا اس سلسلہ میں ضمانتوں اور اسلام کے اجرائی قوانین کو دو قسموں میں باٹا جا سکتا ہے ایک: ذاتی (باطنی) ضمانتیں اور دوسرے حکومتی ضمانتیں۔

ذاتی و باطنی ضمانت اور اس کی بنیادیں

اسلام نے ذاتی و باطنی طور پر عملی ضمانت کے سلسلہ میں بہت اہتمام کیا ہے اور اسے تشریع و قانون سازی کی بنیاد واساس مانا ہے صرف ضرورت کے وقت اور ان حالات وشرئط میں جب کہ باطنی ضمانت کوئی قابل توجہ اثر نہیں رکھتی ان کے علاوہ وہ کبھی حکومتی (ظاہر و جبری) ضمانتوں کو بروئے کار نہیں لاتا۔

ذاتی (باطنی) ضمانت سے ہماری مراد کیا ہے اسے واضح کرنے کے لئے ہم ایک مختصر سے اشارہ میں یہ کہیں گے کہ: باطنی ضمانت کا مطلب "ایسی روکنے والی یا دفاعی قوت جو انسان کی ذات اور اس کے وجدان سے سر چشمہ حاصل کرتی ہے" اس قسم کی ضمانت دو بنیادوں پر استوار ہوتی ہے جن میں سے ہر ایک دوسری کی طرف پلٹتی ہے۔

اول: اس بات پر ایمان و اعتقاد کہ جو کچھ کائنات میں موجود ہے نہ صرف خداوند عالم کے ارادہ وقدرت سے باہر نہیں ہے بلکہ سب اسی کی ملک ہے اور انسان کی اس کے سوا خود اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ وہ خد کی ملک میں اس کا جانشین ہے پس ضروری ہے کہ پوری امانتداری اور ہوشیاری ہی سے اپنے ذمہ داری پر عمل کرے، اسے اپنے خالق اور اس حقیقی مالک کے بنائے ہوئے قوانین وحدود سے آگے بڑھنے کا حق حاصل نہیں ہے، جیسا کہ جب خداوند عالم رازق قادر ہے (اس مقدار سے زیادہ جتنا خدا نے اس کے لئے مقرر کیا ہے) مال کے حصول کے سلسلہ میں انسان کی سعی وکوشش اس مقصد تک پہنچنے کے لئے اس کی حیثیت کو کم یا زیادہ نہیں کرتی آخری نتیجہ یہ ہے کہ جو کچھ اسے صحیح طریقہ سے اور اجر وثواب کے ساتھ

حاصل کرنا چاہئے تھا، اس نے غلط راہ سے عذاب و گناہ کے ساتھ حاصل کیا حسب ذیل آیتیں ہمارے مدعا کی بہترین شاہد ہیں:

"وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیه" (حدید/۷)

"خداوند عالم نے جس میں تمھیں اپنا جانشین بنایا ہے اس میں سے انفاق کرو"

"وآتوا هم من مال الله الذی آتاکم" (نور/۳۳)

"انھیں مال خدا میں سے دو جو اس نے تمھیں بخشا ہے"

"فامشوا فی مناکبها و کلوا من رزقه" (ملك/۱۵)

"زمین کے سینے پر چلو پھرو اور خدا کے روزی میں سے کھاؤ پیؤ"

"و اذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض وبتغوا من فضل الله" (جمعه/۱۰)

"پس جب نماز تمام ہو تو خدا کی زمین پر منتشر ہو جاؤ اور خدا کے فضل سے فائدہ اٹھاؤ"

"قل من یرزقکم من السموٰت والارض قل الله" (سبا/۲۴)

"کہو! کون تمھیں آسمانوں اور زمین سے روزی دیتا ہے؟ کہو اللہ"

"ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاهم" (انعام/۱۵۱)

"اپنی اولادوں کو بھوک سے قتل نہ کرو ہم تمھیں اور انھیں روزی دیتے ہیں"

"ان الله هو الرزاق ذو القوة" (ذاریات/۵۸)

"فقط خدا روزی دینے والا صاحب قدرت ہے"

ان کے علاوہ اس سلسلہ میں دوسری آیتیں اور بہت سی حدیثیں پیغمبر اسلام (ص) اور آئمہ معصومین علیہم السلام سے نقل ہوئی ہیں۔

دوم: باطنی ضمانت سے مراد محاسبہ نفس اور اپنی جانچ پرکھ ہے اس بنیاد پر قانون کی حد سے آگے بڑھنے کا مطلب خدا کے خلاف بغاوت اور اس کے روبرو جسارت و گستاخی ہے اس کی وضاحت یہ ہے کہ:

اسلام ایسا دین ہے جو انسان کے تمام اقوال و افعال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ اس نے آدم کے ذہن میں اٹھنے والے افکار و خیالات کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور ان کے لئے قوانین و ضوابط مقرر کئے ہیں اس نے اعتقادی امور میں انسان پر قطعی اور واضح عقلی دلیلوں کے ذریعہ قطع و یقین حاصل کرنا لازمی قرار دیا ہے اس نے خداوند عالم کی معرفت اس کی قدرت، عدل و حکمت اور دوسرے صفات کی معرفت نیز اس کے انبیاء کی نبوت، اس کے اولیا کی امامت، حشر و نشر دین اور قرآن کی معرفت سے مربوط مسائل میں گمان و تقلید کو کافی نہیں جانا ہے اسی طرح اس نے انسان کو سمجھایا ہے کہ وہ اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اپنے تمام گناہان صغیرہ و کبیرہ کے سلسلے میں سب سے زیادہ صاحب علم اور تیز حساب کرنے والے کی طرف سے اس کا محاسبہ کیا جائے گا اور اگر وہ دنیوی سزا سے چھٹکارا پا بھی جائے تو آخرت کی سزا سے نجات نہیں پا سکتا۔

اس بنیاد پر انسان کی عقل اسے اپنے نفس کے محاسبہ اور اپنے اعمال کی نگرانی اور کنٹرول پر مائل کرتی ہے۔ نتیجہ میں انسان اپنے نفس کا نگہبان اور محاسب ہوتا ہے اور یہ فطری سی بات ہے باطنی نگراں و نگہبان ہر طرح کے ظاہری و بیرونی نگہبان سے زیادہ دقیق اور کارآمد ہوتا ہے کیوں کہ انسان زیادہ تر اپنے آپ پر نگراں ہے وہ خود کو دوست رکھتا ہے اور رنج و زیاں

،مشکلات وبدبختی کے اسباب سے خودکو دور رکھنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا ہے بالکل یوں ہی جیسے وہ اپنے منافع کے حصول اوراپنی آرزوؤں تک پہنچنے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ حریص ہے۔

ہماری موجودہ بحث میں اسلام نے ایک مسلمان کے مالی افعال کوبھی شرعی احکام کے تابع یعنی ثواب وعقاب کےتحت قرار دیا ہےاس نے تجارت میں غش یعنی ملاوٹ یا دھوکے دہی کو حرام اورایسے شخص کومسلمانوں کی جماعت سے خارج قرار دیا ہے: ’’من غشنا فلیس منا‘‘‘ تول اورمقدار میں کمی کرنے نیز دوسروں کے مال میں خیانت کرنے وغیرہ سے منع کیا ہےاور اسے خدا ترسی ،سچائی اور مد مقابل کے تجارت سے منصرف ہونے کی صورت میں معاملہ منسوخ کرنے ،دوسروں کا حق دینے اوراپنا حق لینے وغیرہ کا حکم دیا ہے نافرمان کوسزا اور فرمانبردارکوجزااورثواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔

یہ اوراس طرح کے امورانسانی ارادوں اوراس کے باطنی دباؤ کےتحت اس کے اعمال کوخدا سے مربوط کرنے میں موثر مددگار ثابت ہوتے ہیں ان موارد میں جہاں بیرونی ضمانت وتسلط کے ذریعہ بہت تھوڑے سے مواقع کے علاوہ الٰہی احکام کا اجرااوراپنے مقاصد کا حصول عملی نہیں ہےیعنی بڑے وسیع پیمانے پر خارجی و بیرونی ضمانتیں بے اثر نظرآتی ہیں اورغرض پر ست افراد بیرونی ضمانتوں کی دسترس سے دور معاشرہ اورانسانیت کے خلاف اپنی خطرناک قانون شکنیوں کو جاری رکھ سکتے ہیں لیکن خدا پر ایمان ایک مسلمان کوقوانین و احکام کی مخالفت سے روکے رکھتا ہے۔

اس مذکورہ وسیع سطح پر کوئی ایسی بیرونی وخارجی طاقت نہیں ہے جو انسانی اعمال وکردار پر تسلط اورکنٹرول رکھ سکے یہ طاقت صرف ایک ذاتی عملی ضمانت اورذاتی وجدان سے سرچشمہ حاصل کرنے والے باطن کے دباؤ میں ہے جو مبداء ومعاد اور جزا وسزا پر ایمان ویقین کی بنا پر استوار ہے ایسی طاقت کے ہوتے ہوئے مبدا ومعاد پر ایمان رکھنے والا انسان اس کے علاوہ کوئی اور راہ نہیں پاتا کہ خودکو اپنے اعتقادات نیز اپنے مستقبل کے تحفظ وسلامتی کا پابند قرار دے۔

بیرونی-جبری ضمانتیں

بیرونی، جبری یا تسلطی ضمانتوں سے مراد حکومت وسلطنت یا ہراس شخص کی طرف سے جو تسلط کا حق رکھتا ہے مثلاً خاندان میں باپ یا اپنے اختیارات کے دائرہ میں کسی کارخانہ کے مالک کی طرف سے قانون پر صحیح عمل کی راہ میں کیا جانے والا اقدام وکوشش ہے وہ اقدام وکوشش جو کاموں کو صحیح راہ پر آگے بڑھانے میں مدد دے۔

یہاں جو چیز ہمارے پیش نظر ہے اس سے مراد حکومت شرع کا جسے "اسلامی حکومت" سے تعبیر کیا جاتا ہے، معاشرہ میں بازار اور تجارتی نقل وحرکت پر کنٹرول ہے جب ہم بیرونی اور حکومتی ضمانت کی بات کرتے ہیں تو ہمیں یہ فرموش نہ کرنا چاہئے کہ اس ضمانت کی طاقت وتوانائی کا ایک بڑا حصہ باطنی ضمانت اور اس کی بنیادوں سے سرچشمہ حاصل کرتا ہے کیوں کہ لامحالہ مسلمان حاکم اور ولی فقیہ کا تسلط بھی اعتقادی پہلوؤں کی طرف پلٹتا ہے اور الٰہی وشرعی فریضہ سے جا کر جڑ جاتا ہے۔

اگر چہ ابتداء میں اس خیال کے تحت کہ حکومت وسلطنت کی اجرائی وعملی ضمانت اور بازار کا اس کی نگرانی کے سلسلہ میں کافی نصوص موجود نہیں لہٰذا ایسا نظر آتا ہے کہ اس بارے میں بحث و اسلامی حکومت کے بازار پر تسلط پیدا کرنے سے متعلق ایک جامع تصور پیش کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے لیکن موضوع پر ہلکی سی تحقیق اور چھان بین نے ہی یہ بات پوری طرح واضح کر دی کہ اس سلسلہ میں روایت کے ایک بڑے حصہ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے ہم آئندہ ان روایات ونصوص کا ایک حصہ پیش کریں گے تاکہ وہ ہمارے مدعا پر زندہ شاہد گواہ رہیں اور فقط مورد نظر نصوص نقل کرتے ہوئے سیاق بحث کے ساتھ ان کے مطالب کو سرسری طور پر اشارۃً ہی ذکر کریں گے۔

ایک ضروری یاددہانی

اصل بحث میں وارد ہونے سے پہلے ہم قارئین کرام کو یہ یاد دہانی کرنا چاہتے ہیں کہ اس بحث میں نقل ہونے والی روایات ونصوص دو قسم کی ہیں:

اول۔ وہ روایتیں جو یہ بتاتی ہیں کہ پیغمبر اسلام (ص) یا امام الٰہی احکام کو جو اپنے موضوعات کے لئے اوّلی یا ثانوی اعتبار سے وضع ہوئے ہیں کسی قسم کے دخل یا تصرف کے بغیر نافذ کریں یعنی وہ روایتیں صرف اتنا بتاتیں ہیں کہ یہ حضرات احکام الٰہی کے نفاذ کی صلاحیت اور اس کا اختیار رکھتے ہیں۔

دوم:۔ وہ نصوص جو ان کے اوامر تدبیری اقدامات کی اس اعتبار سے حکایت کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام (ص) یا امام ولی امر اور حاکم مسلمین ہونے کی حیثیت سے انھیں صادر کرتے یا انجام

دیتے رہے ہیں، پیغمبر (ص) وامام ہونے کی حیثیت سے نہیں کہ وہ ثابت ومعین احکام کو جو اپنے موضوعات کے لئے مرتب اور لوگوں کے لئے ڈھالے گئے ہیں (۷)، لوگوں تک پہنچائیں یا ان کی تعلیم دیں اگر چہ انشاء اللہ بعد میں ہم اس طرح کے اوامر پر بھی روشنی ڈالیں گے۔

----

۱)۔عدۃ الاصول، شیخ طوسی۔ج/۱ص/۳۷۹،الفوئد الرجالیہ کجوری ص/۲۷

۲)۔عدۃ الاصول، شیخ طوسی۔ج/۱ص/۳۸۰

۳)۔ملاحظہ ہو: تہذیب شیخ طوسی، ج ۷،ص ۳، ۲۔وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ابواب التجارۃ ،اور حاشیہ میں اس کے منابع۔

۴)۔ کافی، ج/۵،ص/۱۴۸،تہذیب، ج/۷، ص/۲اور ص/۴،من لا یحضر الفقیہ، ج/۳ص/۱۹۱اور ص/۱۹۲، وسائل الشیعہ ج/۱۲و۱۰۶ص۴و۵

۵)۔خصائل: ج۲،ص۴۴۵؛ کافی: ج۵،ص۱۴۸؛ من لا یحضر الفقیہ: ج۳،ص۱۹۲و ص۲۳۳؛ تہذیب: ج۷،ص۳؛ وسائل اشیعہ: ج۱۲،ص۳و۴؛ بحار الانوار: ج۱۰۰ ،ص۵و۱۲

۶)۔کافی، ج/۵ ص/۱۲۹،من لا یحضر الفقیہ، ج/۳ ص/۱۹۲،تہذیب ج/۷ ص/۳و۴وسائل اشیعہ ج/۱۲ص/۳، ۴، ۵

۷)۔واضح ہے کہ احکام دو طرح کے ہیں:

(الف) وہ احکام جن کا موضوع کسی خاص مخاطب کی طرف سے ایک خاص عمل ہے مثلا نماز، جھوٹ، شراب خوری یا اسی طرح کے امور جن کا مخاطب ایک معین فرد ہے

(ب) وہ احکام جن کا موضوع مطلق عمل ہے اس میں کوئی خاص و معین مخاطب نہیں ہے مثلا واجب کفائی اور اجتماعی احکام جن پر معاشرہ کی فلاح، استحکام اور پائداری منحصر ہے حاکم اور مسلط ہونے کی حیثیت سے ولی امر کا فریضہ ایسے احکام جاری کرانا ہے جن کا کوئی مخصوص مخاطب نہ ہو مثلا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہ یہ خداوند کا منشاء ہے کہ لوگوں کی ایک جماعت، "ایک امت" معاشرہ کا ایک طبقہ اس کا ذمہ دار ہو "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر" (آل عمران/ ۱۰۴) اسی طرح معاشرے کی امور کی تدبیر، اس کی اصلاح اور عمومی نظم وضبط قائم کرنا وغیرہ اس کے فرائض میں سے ہے بالکل یوں ہی جیسے ہر شخص اپنے گھر کی دیکھ بھال اس کی نگرانی، اہل خانہ کے افعال پر نگاہ رکھنے اور اسے منظم رکھنے کا ذمہ دار ہے

اسلامی بازار کی ابتدا اور اس کا ارتقاء

حکومت کا بازار سے ربط

اگر کوئی اسلامی نصوص کا جائزہ لے تو اسے ایسی بہت سی روایتیں نظر آئیں گی جو بازار تاجروں

اورمجموعی طور پر خود تجارت کے حکومت کے ساتھ مضبوط اور گہرے ربط کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ایک آگاہ شخص کو ان روایات میں اسلامی حکومت کے تجارتی سرگرمیوں کے ساتھ مخصوص رابطہ کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی ،خاص طور سے ان موارد میں جہاں حکومت نے ولایت امر ہونے کی حیثیت سے مختلف میدانوں میں بعض امور سے منع کرنے یا کسی معین کام کو لازمی وضروری قرار دینے میں دخل دیا ہو ہم یہاں حسب ذیل عنوانات کے تحت بعض مثالوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

بازار کے لئے جگہ کا انتخاب

ہم دیکھتے ہیں کہ رسول خدا (صص) جو اسلامی حکومت کے سب سے بلند منصب پر فائض تھے ،جس طرح بذات خود مدینہ میں گھروں کے نقشے بناتے ہیں (۱) مسجدوں ،قبیلوں اور شہری علاقوں کی جگہیں معین فرماتے ہیں اور قبلہ مشخص فرماتے ہیں (۲) یوں ہی خود مدینہ میں بازار کے لئے بھی جگہ منتخب فرماتے ہیں۔

روایت ہے کہ:

ذهب رسول الله (صص) الى سوق النبيط فنظر اليه فقال ليس هذا لكم بسوق ،ثم ذهب الى سوق فنظر اليه فقال ليس هذا لكم بسوق، ثم رجع الیٰ هذا السوق فطاف به ،ثم قال:هذا سوقكم فلا ينتقص ولا يضرب عليكم خراج(۳)۔

رسول خدا (صص) بازار"نبیط" تشریف لے گئے اور اس کا جائزہ لینے کے بعد فرمایا: یہ تمہارے لئے بازار نہیں ہے؛(۴) "یہ تمھارا بازار نہیں ہے"۔

اس کے بعد اس بازار (راوی کے منظور نظر بازار) کی طرف واپس ہونے اور اسے گھوم پھر کر دیکھا پھر فرمایا: "یہ تمھارا بازار ہے، اس سے کم نہیں ہوگا (یعنی اس کا رقبہ کم نہ ہوگا) اور نہ تم پر خراج (ٹیکس) لگے گا"۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے:

جاء رجل الی النبی (صص) فقال: انی رائیت موضعا للسوق افلا تنظر الیه؟ قال بلی، فقام معه، حتی جاء موضع السوق، فلما رآه اعجبه، و رکض برجله و قال: نعم سوقکم هذا، فلا ینتقض، ولا یضرب علیکم خراج (۵)۔

ایک شخص پیغمبر اکرم (صص) کی خدمت میں آیا اور عرض کیا، میں نے بازار کے لائق ایک جگہ دیکھی ہے کیا آپ اسے ملاحظہ نہ فرمائیں گے؟ فرمایا: کیوں نہیں، پھر آپ اس کے ہمراہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جگہ تشریف لے گئے۔ جب آپ نے اس جگہ کو دیکھا تو اسے پسند کیا اور پاؤں سے اس پر ضرب لگا کر فرمایا: یہ تم لوگوں کے لئے کیا اچھا بازار ہے۔ اس کا رقبہ کم نہیں کیا جائے گا اور تم پر خراج نہیں لگے گا۔

عمر بن شبه نے عطاء بن یسار سے روایت کی ھے که: لما اراد رسول الله (صص) ان یجعل للمسلمین سوقا اتیٰ سوق بنی قینقاع، ثم جاء سوق المدینة، فضربه برجله، وقال، هذا سوقکم فلا یضیق ولا یوخذ فیه خراج

اور ابن زبالہ نے یزید بن عبید اللہ بن قیط سے روایت کی ہے کہ: ان السوق کانت فی بنی

قینقاع،حتی حول السوق بعدذالک (٦)

پیغمبراسلام (ص) نے جب مسلمانوں کے لئے ایک بازارمعین فرمانے کا ارادہ کیا تو بازار "قینقاع" تشریف لے گئے اس کے بعد بازار مدینہ کی طرف تشریف لائے اوراسے پاؤں سے تھپتھپا کرفرمایا یہ تمھارا بازار ہے، چھوٹا نہیں ہوگا اور نہ اس سے کوئی خراج لیا جائے گا نیز ابن زبالہ نے یزید بن عبیداللہ بن قسیط سے روایت ہے کہ بازار پہلے محلہ بنی قینقاع میں تھےیہاں تک کےاس واقعہ کے بعداس جگہ منتقل کردیا گیا۔

ابن زبالہ نےعباس بن سہل اوراس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے:

ان النبی (صص)،اتی بنی ساعدة فقال: انی قد جئتکم فی حاجة، تعطونی مکان مقابر کم فاجعلها سوقا،وکانت مقابرھم ما حازت دارُابن ابی ذئب الی دار زید بن ثابت، فاعطاہ بعض القوم ،ومنعه بعضھم ،وقالوا : مقابرنا، و مخرج نسائنا، ثم تلاموا فلحقوہ،واعطوہ ایاہ،فجعله سوقاً (٧)۔

پیغمبراکرم (ص) بنی ساعدہ کے پاس گئےاورفرمایا میں تم لوگوں کے پاس ایک ضرورت سے آیا ہوں، تمھارے پاس جو قبرستان کی زمین ہے مجھے دے دو تا کہ میں اسے بازار بنا دوں ،(ان کا قبرستان ابن ابی ذئب کے گھر سے لے کر زید بن ثابت کے گھر تک کی زمین میں پھیلا ہوا تھا،ان میں سے بعض لوگوں نے وہ زمین دے دی اور بعض نے پہلےنہیں دی اور کہا کہ وہ ہماراقبرستان اور ہماری عورتوں کی آمدورفت کی جگہ ہےلیکن بعدمین اپنی قوم کےافراد کی مذمت کا نشانہ بنے اور خود پیغمبر اسلام (ص) کی خدمت میں پہنچ کراپنی رضامندی کا اعلان کیا اور زمین پیغمبر (ص) کےحوالہ کردی آنحضرت (ص) نے اس جگہ کو بازارقرار

دے دیا۔

ابن شبہ نے صالح بن کیسان سے روایت کی ہے کہ:

ضرب رسول الله (ص) قبة فی موضع بقیع الزبیر ،فقال ، هٰذا سوقکم ،فاقبل کعب بن الاشرف،فدخلها،و قطع اطنابها ،فقال رسول الله (ص) لا جرم لا نقلنها الیٰ موضع هو اغیظ له من هٰذا ،فنقلها الیٰ موضع سوق المدینة ثم قال،هٰذا سوقکم لا تنحجروا ،ولا یضرب علیکم خراج (۸)

رسول خدا (ص) نے بقیع ربیر کی جگہ پر ایک قبہ (بڑا خیمہ) نصب کر کے فرمایا: "یہ تمھارا بازار ہے" کعب بن اشرف نے اس میں داخل ہوکر اس کی طنابیں کاٹ دیں رسول اللہ (ص) نے فرمایا: مجبوراً اسے ایسی جگہ منتقل کرتا ہوں اسے اس سے بھی زیادہ غضب ناک کرے گا پھر اسے بازار مدینہ کی جگہ پر منتقل کر دیا اور فرمایا یہ تمھارا بازار ہے تنگ نہیں ہوگا اور تم پر ٹیکس بھی نہی لگےگ۔

شہری امور

مجموعی طور سے شہری منصوبوں پر اسلامی حاکم کی نگرانی اور شہروں میں عمومی اداروں کے قیام کی تاریخ وحدیث میں بہت سی مثالیں مل جائیں گی۔

فقد کان امیر المؤمنین علی علیه السلام یأمر بسد المشاعب والکنف عن طریق المسلمین (۹)

امیر المومنین علیہ السلام مسلمانوں کی راہ میں پڑنے والی گندی نالیوں اور بیت الخلاء کے کنوؤں کو بند کرنے کا حکم دیتے تھے۔

كما انّ مهدى (عليه السلام) اذا خرج، يبطل الكنف والميازيب و يوسّع الطريق الاعظم (١٠)

اور روایت ہے کہ جب امام زمانہ علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو ان گندی نالیوں اور نابدانوں کو جو سڑکوں اور گزرگاہوں میں بنائے گئے ہیں ختم کر دیں گے اور وسیع وعریض راہوں کو اور وسعت بخشیں گے۔

و سائل ابو العباس البقباق الاسلام الصادق (عليه السلام) الطريق الواسع هل يوخذ منه شیٔ اذا لم يضر بالطريق؟، قال ل (١١)

ابوالعباس بقباق نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ وسیع وعریض راہ کے کچھ حصہ پر تصرف کیا جا سکتا ہے جب کہ اس سے راہ کو کوئی ضرر بھی نہ ہو۔؟ فرمایا: نہیں:

و روى: انه وجدت صحيفة فى قراب سيف رسول الله (صص) مكتوب فيها: ملعون من اقتطع شئى من تخوم الارض (١٢) يعنى بذالك طريق المسلمين(١٣)

"روایت کی گئی ہے کہ رسول خدا (صص) کی تلوار کے غلاف میں سے ایک نوشتہ پایا گیا جس میں لکھا تھا: ملعون ہے وہ شخص جو زمین کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لے زمین کی حدود (تخوم الارض) سے مراد مسلمانوں کا راستہ ہے"

جلد ہی ہم اس حکم کی طرف اشارہ کریں گے کہ راستہ کم از کم سات ہاتھ (١٤) چوڑا ہونا چاہیے (١٥)۔

فقد ورد انه اذا اخرج امام المهدى عجل الله تعالى فرجه وسع الطريق

الاعظم (۱٦)

"روایت ہے کہ جب امام زمانہ تشریف لائیں گے تع سڑکوں کو مزید وسعت دیں گے"

یوں ہی ہمسایہ اور پڑوسی کے حقوق بھی ذکر ہوئے ہیں، منجملہ اپنے گھروں کو پڑوسی کے مکان کے اوپر نہ بناؤ کی اس تک ہوا پہنچنے کا راستہ بند ہوجائے ایک دوسری روایت میں ہے کہ: اپنے مکان کو اس کے گھر سے بلند نہ بناؤ کے اس کی طرف ہوا کا بھاؤ بند ہوجائے ہاں یہ کام اس کی اجازت سے کر سکتے ہو۔(۱۷)

امیر المومنین علیہ السلام وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے قید خانہ بنایا (۱۸) اور وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے قیدیوں کے رفاہ کے اسباب ووسائل فراہم وتقرر کئے۔(۱۹)

وفی بناء المو ٴسسات، فقد بنی امیر المومنین (علیه السلام)مربدا للضّوال ، فکان یعلفها علفا لایسمنها، ولا یهزلها من بیت المال(۲۰)حتی یجد صاحبه

"اور عمومی ادارے بنانے کے سلسلہ میں: امیر المومنین علیہ السلام نے گم شدہ جانوروں کے لئے ایک اصطبل بنایا تھا اور ان جانوروں کا آذوقہ اتنی مقدار میں کہ وہ موٹے ہوں نہ دبلے، بیت المال سے دیتے تھے یہاں تک کہ جانوروں کا مالک آجاتا تھا"۔

کما ان النبی (ص) قد امر ببناء سد لاجل جمع الماء وکان ثمة قناة منه تصل الی قباء (۲۱)

جیسا کہ پیغمبر اسلام (صص) نے پانی کی جمع آوری کے لئے ایک بند بنانے کا حکم دیا جس کا پانی ایک نہر کے ذریعہ قبا کے علاقہ میں نجا تا تھا۔

نیز حضرت علی علیہ السلام وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ایک ایسی جگہ معین کی جہاں اطلاعات وگزارشات ڈالی جائیں (۲۲)۔

اب رہی دوسری جگہوں سے آنے والے وفود کے ٹھہرنے کے لئے اقامت گاہ بنانے ،غریبوں اور بے گھر بار فقیروں مثلا اہل صفہ کے مکانوں اور جگہوں کی تعیین بیماروں کے علاج کی خاطر جگہ کی تعیین لوگوں کے مطالبات قلم بند کرنے کھجور کے درختوں کے محصول کا تخمینہ لگانے قرارداد وغیرہ لکھنے کے لئے منشیوں اور لکھنے والوں کو معین کرنے نیز امیر المومنین علیہ السلام کے ذریعہ اجتماعی رفاہ وتعاون کی بنیاد رکھنے کی بات جیسا کہ مالک اشتر کے عہد نامہ اور دوسرے منابع و مآخذ میں مذکور ہے،ان تمام امور اور عمومی اداروں کی تعیین وتعمیر سے متعلق امور کے سلسلہ میں مولفین اور صاحبان قلم نے خوب لکھا ہے (۲۳)۔

مزید یہ کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس مکان کو منہدم کرا دیا جہاں اہل فسق و فجور جمع ہوا کرتے تھے (۲۴) جس طرح ان سے پہلے حضرت رسول خدا (صص) نے مسجد ضرار کو ویران کر دیا تھا۔

ہم یہاں ان تمام باتوں کا جائزہ لینے کے درپے نہیں ہیں، جو چیز ہماری بحث سے مربوط تھی وہ روائتیں تھیں جن میں پیغمبر اسلام (ص) کے ذریعہ بازار کی جائے وقوع کے انتخاب کی بات کہی گئی تھی۔

بازار بنانا اور اسے کرایہ پر دینا

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ بازار کے کمروں سے استفادہ کے عوض کرایہ نہیں لیتے تھے(۲۵)

و فی نص آخر :انه (علیه السلام) کره ان یأخذ من سوق المسلمین اجراً"
(۲٦)

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت علیہ السلام مسلمانوں کے بازار سے کرایہ لینے میں کراہت محسوس کرتے تھے:

و روی ابن شبه و ابن زبالة :عن محمد بن عبدالله ابن حسن :انّ رسول الله (ص)تصدق علی المسلمین بأسواقهم (۲۷)

"ابن شبہ اور ابن زبالہ نے محمّد بن عبداللہ بن حسن سے روایت کی ہے کہ :رسول خدا(ص) نے مسلمانوں پران کے بازارتصدق فرمادیئے"(یعنی مسلمانوں کے بازار سے استفادہ کے عوض ان سے کچھ لیانہیں)

یہ روایتیں حسب ذیل تین مطالب کی طرف اشارہ کرتی ہیں:۔

۱)۔کم ازکم بازارکی ایک نوعیت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس سے مراد وہ حجرے اور کمرے ہیں جو تجارت کے لئے بنائے جاتے رہے ہیں یہ بات پہلی روایت سے معلوم ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ"امیرالمومنین علیہ السلام بازار کے حجروں کا کرایہ نہیں لیتے تھے۔"

بعد کی گفتگو میں ہم یہ بات بھی لائیں گے کہ جب بعض لوگوں نے بازار میں دکانیں بناڈالیں توامیرالمومنین علیہ السلام نے انھیں ویران کردی

بازار کی ایک دوسری شکل بلا کسی تعمیر کے کھلی ہوئی فضا اور میدان کی تھی کہ لوگ اپنا مال وہاں

رکھ کر فروخت کرتے تھے، جب دن تمام ہوجاتا تو اپنی جگہ ترک کر دیتے تھے اور دوسرے روز جو شخص بھی دوسروں سے پہلے آ کر کسی جگہ بیٹھ جاتا تھا تو اس کا حق مقدم ہوجاتا تھا اور رات ہونے تک کسی کے لئے جائز نہیں تھا کہ اس پر اعتراض کرے

۲)۔ جب کہ مذکورہ روایت کی نص سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بازار کی ایک نوعیت حجروں اور کمروں کی تھی اور امیر المومنین علیہ السلام ان کا کرایہ نہیں لیتے تھے تو اس سے یہ نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے کہ بازار کی عمارت کسی کی شخصی ملکیت نہیں رہی ہے بلکہ حکومت خود اس کی مالک تھیاور انھیں تاجروں کے اختیار میں دیتی تھی یا انھیں بلاعوض مالک بنا دیتی یا واوا گزار کر دیتی تھی جیسا کہ محمد بن عبد اللہ بن حسن سے منقول پیغمبر اسلام (ص) کی روایت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت (ص) نے مسلمانوں کا بازار ان ہی کو تصدق فرما دیا یا پھر بازار حکومت کی ملکیت رہتا تھا اور لوگوں کو اس سے استفادہ کا حق دیا جاتا تھا اس حدیث سے ظاہر ہے جس میں امیر المومنین علیہ السلام کے بازار کے حجروں او کمروں سے استفادہ کے عوض کرایہ لینے میں کراہت کا ذکر ہے، حتیٰ یہ احتمال بھی ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) کی طرف سے بازار مسلمانوں پر تصدق کرنے والی پچھلی روایت کا یہ ہو کہ مسلمانوں کا بازار سے استفادہ کرنا مباح ہے اور وہ اس کے استعمال میں آزاد ہیں بطور مطلق ان کی ملکیت نہیں ہے

مختصر یہ کہ گزشتہ باتوں میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ پیغمبر اسلام (ص) اور امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ میں حکومت ہی بازار بنانے کا اقدام کرتی تھی اور انھیں تاجروں کے اختیار میں دیتی تھی

یوں ہی آگے ذکر ہونے والی باتوں سے بھی معلوم ہوگا کہ بعض افراد خود اپنی ملکیت اور زمین میں تجارت خانہ بناتے تھے لیکن کبھی وہ مسلمانوں کے بازار یا دوسری جگہوں پر بھی جہاں وہ تعمیر کا حق نہیں رکھتے تھے اپنے تجارت خانہ بناتے تھے اور حاکم انھیں اس سے روکتا نیز ان کی تعمیر کو منہدم کرا دیتا تھا

۳)۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام بازار کے حجروں سے استفادہ کے عوض کرایہ لینے میں کراہت محسوس کرتے تھے بلکہ تجارت کے معاملہ میں ان کے بے انتہا اہتمام اور اور تشویق دلانے کے لئے آپ ان جگہوں کو مفت اور بلاعوض تاجروں کے حوالے کر دیتے تھے اگر وہ اس بابت کرایہ لینا چاہتے تو ان کے لئے جائز تھا لیکن حضرت کے نزدیک امت کی مصلحت اور معاشرہ کا رفاہ زیادہ اہمیت رکھتا تھا

"کما انھم یقولون: ان اول من اخذ علیٰ السوق اجرا زیاد لعنه الله" (۲۸)

جیسا کہ لوگ کہتے ہیں: وہ پہلا شخص جس نے بازار کا کرایہ وصول کیا زیاد لعنت اللہ علیہ تھا اور یہ اس کی دنیا طلبی دولت پرستی اور اجارہ داری کا نتیجہ ہے

ایک شبہ کا جواب

یہ بات فطری ہے کہ وہ پہلا بازار جس کا ذکر حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول روایت کے ضمن میں آیا ،اور جس میں یہ بات بیان ہوئی تھی کہ حضرت اس کے حجروں اور کمروں سے استفادہ کی بابت کرایہ لینے میں کراہت محسوس کرتے تھے حضرت کے دارالحکومت کوفہ کا بازار ہی ہوگا

اسی طرح بعد کے عنوان کے ذیل میں ذکر ہونے والی بات طبری کے قول کے غلط ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ اس کے بقول کوفہ کے بازاروں کی نہ کوئی عمارت یا مکان اور نہ کوئی علامت ونشان تھا ا# کیوں کہ امیر المومنین کی کراہت بازار کے "حجروں کمروں" کا کرایہ لینے سے متعلق تھی نیز بعد میں بیان ہونے والی باتیں یہ ثابت کریں گی کہ بازار کوفہ میں حجرے اور کمرے موجود تھے جیسا کہ "یعقوبی" نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ابتدا سے "خالد القسری" کے زمانہ تک ان کمروں یا حجروں پر ٹاٹ یا چٹائی کی چھت تھی (۲۹)

مگر یہ کہ اس سے یعقوبی کی مراد یہ ہو کہ دھوپ یا بارش سے بچنے کے لئے بازار کی کھلی ہوئی اور بغیر مکان والی میدانی فضا کے اوپر حصیر لگا دیا گیا ہو، یا جیسا کہ بعض محققین نے احتمال دیا ہے اس کا مقصد یہ ہو کہ بازار حصیروں سے گھرا ہوا تھا تا کہ جو لوگ بازار کے اندر ہیں اس کی معین شدہ حدود سے باہر نہ جائیں۔

اور شاید طبری کے قول کی توجیہ یوں کی جا سکتی ہو کہ اس کی مراد یہ ہو کہ ابتدا میں کوفہ کا بازار بغیر کسی عمارت ومکان اور علامت ونشان کے تھا اگر چہ اس کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ میں یا اس سے کچھ قبل اس میں کمرے اور حجرے بھی بنے تھے اور ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ بعض بازار کمروں اور حجروں کی شکل کے تھے اور کچھ دوسرے کھلے ہوئے اور وسیع میدان کی شکل کے کہ تاجر شب ہونے تک اس جگہ بیٹھے رہتے تھے

اسلامی بازار کے دوسرے قوانین

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مسلمانوں کا بازار ان کی

مسجدوں کی مانند ہے پس جو شخص جس جگہ پہلے قابض ہو جائے شب تک اس جگہ کا حقدار ہے

(۳۰) اور "اصبغ ابن نباتہ" سے روایت ہے کہ: میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہمراہ بازار گیا، لوگوں نے کہا یہ اہل بازار ہیں اور اپنی جگہوں سے آگے بڑھ گئے ہیں

فقال: لیس ذالك الیھم، سوق المسلمین کمصلیٰ المسلمین، من سبق الیٰ شیٔ فھو لہ یومہ حتیٰ یدعہ۔ (۳۱)

"فرمایا: انھیں یہ حق حاصل نہیں ہے مسلمانوں کا بازاران کی مسجدوں کے مانند ہے جو شخص جس جگہ پہلے پہنچ جائے وہ جگہ اس دن اس کی ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے ترک کردے

اصبغ ابن نباتہ سے ایک اور روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بازار تشریف لے گئے انھوں نے وہاں دکانیں دیکھیں جو بازار میں بنا لی گئی تھیں آپ نے حکم دیا کہ انھیں منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا جائے اصبغ نے مزید کہا کہ حضرت "بنی البکاء" کے گھروں کی طرف سے گزرے اور فرمایا: یہ جگہ مسلمانوں کے بازار کا حصہ ہے پھر آپ نے ان کو دوسری جگہ جانے کا حکم دیا اور ان گھروں کو منہدم کر دی

نیز حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص بازار میں جس جگہ کو پہلے اختیار کر لے وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے اور اصبغ کہتے ہیں: صورت حال یہ تھی کہ آج ایک شخص ایک جگہ اپنا مال فروخت کرتا تھا اور دوسرے دن دوسری جگہ (۳۲)

و عن ابن ابی ذئب: انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مر علیٰ خیمۃ عند موضع دار المنبعث فقال: ما ھٰذہ الخیمۃ؟ فقالوا: خیمۃ لرجل من بنی حارثۃ، کان یبیع فیھا التمر، فقال: حرقوھا فحرقت قال ابن ابی ذئب: و

بلغنی ان الرجل محمد بن مسلمه (۳۳)

"ابن ابی ضعف سے روایت ہے کہ: رسول خدا (ص) ایک خیمہ کی طرف سے گزرے جو"ار المنبعث" کی جگہ پر تھا آپ نے پوچھا یہ کیسا خمیہ ہے؟ لوگوں نے کہا کے بنی حارثہ کے ایک شخص کا خمیہ ہے جس میں وہ خرمہ فروخت کرتا تھا حضرت نے فرمایا" اسے جلا ڈالو" پس اسے جلا ڈالا گیا ابن ابی ذئب نے کہا مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اس خیمہ کا مالک" محمد بن مسلمہ" تھا"

مذکورہ روایات سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:۔

۱۔ جب تک کسی نے جگہ لینے میں پہل نہ کی ہو ہر شخص اپنا مال فروخت کرنے کے لئے جہاں چاہے جگہ کا انتخاب کرسکتا ہے

۲۔ انتخاب شدہ جگہ سے استفادہ کرنا وہ حق ہے جو انتخاب کے ذریعہ حاصل ہوا ہے اور یہ حق ایک معین مدت یعنی رات ہونے تک باقی ہے

۳۔ معین شدہ جگہوں سے زیادہ بڑھنے اور پھیلنے کی ممانعت: بازار کے لوگوں کو یہ حق نہیں ہے کہ جو جگہیں ان کے لئے معین کردی گئی ہےں ان سے آگے قدم بھڑائے ں کیوں کہ مسلمانوں کا بازار ان کی مسجدوں کی مانند ہے اور معین شدہ جگہوں سے تجاوز کرنا ان لوگوں کو نقصان پہچانے کے مترادف ہے جو اپنا مال فروخت کرنے آئے ہیں اور شب ہوتے ہی اپنی جگہ چھوڑ دیتے ہیں اب وہ تاجر جو بازار میں کمرا یا حجرہ کے مالک ہیں اگر اپنی جگہوں سے تجاوز کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اس کھلی ہوئی جگہ کا کچھ حصہ گھر لیا ہے جس سے وہ تاجر استفادہ کرتے ہیں جن کے یا حجرہ یا کمرے نہیں ہے

۴۔ناجائز تعمیر کا انہدام: گزشتہ روایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ حاکم عمومی جگہوں پر بنی ہوئی دکانوں اس جہت سے کہ وہ لوگوں کے حقوق پر تجاوز وقبضہ کے مترادف ہے منہدم کرا سکتا ہے جیسا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے کیا کہ عوام کے حق پر تجاوز کر کے بنائی گئی دکانوں کو خراب کر دینے کا حکم دیا اور رسول خدا (صص) نے اس خیمہ کو جلا ڈالنے کا حکم دیا جو خرما فروخت کرنے کے لئے اسی جگہ پر نصب تھا جہاں کسی کو خیمہ لگانے کا حق نہیں تھا

۵۔حاکم کو حق کہ ہے بازار کی حدود میں بنائے جانے والے مکانوں کو چاہے وہ رہایشی ہی کیو ں نہ ہوں منہدم کر دے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے "بنی البکاء" کے گھروں کو منہدم کر دیا

۶۔حق اولیت فروخت کرنا:

"وعن محمد بن مسلم، قال: سألت ابا عبد الله (علیه السلام) عن الرجل یرشو الرجل الرّشوة علی ان یتحول من منزله فیسکنه؟ قال: لا بأس به"

محمد ابن مسلم سے روایت ہے کہ: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا "اگر ایک شخص دوسرے کو اس بات پر رشوت دیتا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جائے اور اس کی جگہ پر وہ ساکن ہو جائے؟ فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے"

صاحب وسائل نے یہ فرمایا ہے کہ اس جگہ سے مراد مسلمانوں کے درمیان مشترک زمین ہے جیسے وہ زمین جو قہر وغلبہ کے ذریعہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوئی ہو (۳۴) اور ہم اس روایت کی روشنی میں بازار کو اماکن مشترکہ میں شمار کر سکتے ہیں کہ اس میں روایت کی بنیاد پر

اگر کوئی شخص بازار میں کسی جگہ پر پہلے قابض ہوجائے تو دوسرا شخص پہلے، شخص کو اس جگہ سے جانے پر راضی کرنے اور خود وہ جگہ حاصل کرنے کے لئے اسے کچھ مال یا پیسہ دے سکتا ہے تا کہ رات تک کے لئے اس جگہ ساکن ہوسکے دوسرے روز صبح پھر وہ جگہ تمام مسلمانوں سے متعلق ہے اور جو شخص بھی دوسروں سے پہلے اس پر قابض ہوجائے اس کا حقدار ہوگا کیونکہ ہر حال میں طرفین کی صلح ومصالحت جگہ کی عمومیت کو ختم نہیں کرتی اور صرف شب ہونے تک حق تقدم کا سبب بنتی ہے بازار میں حکومت کے بنائے ہوئے حجروں میں اور کمروں کی بھی یہی کیفیت ہے۔

بعض علماء کے نزدیک یہ حدیث حسب ذیل امور پر بھی دلالت کرتی ہے:۔

ا۔خراج والی اراضی (۳۵) میں حق اولیت یا حق تقدم فروخت کرنے کا جواز۔

۲۔ یہ روایت مسجد میں پہلے سے لی گئی جگہ کا حق اولیت فروخت کرنے کے فتویٰ وقول کی تائید کرتی ہے

۳۔ یوں ہی یہ روایت اس گھر کے حق سکونت کو فروخت کرنے کے جواز پر وہی دلالت کرتی ہے جو کسی کی ملکیت تو نہیں ہے لیکن بیچنے والا اس میں سکونت کا حق رکھتا ہے

اس وضاحت کے ساتھ کہ ممکن ہے یہ کہا جائے یہ جواز عقل اجارہ کے تابع ہے۔اگر اجارہ اس طور پر مطلق ہوگا کہ اس سے مستاجر (کرایہ دار) کے ذریعہ منفعت کی واگزاری کا جواز سمجھ میں آئے یا یہ کہ کرایہ دار نے منفعت واگزار کرنے کی شرط کر لی ہو،اس طرح کی واگزاری جائز ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کرایہ پر دی جانے والی چیز کا نفع کرایہ دار سے مخصوص ہے اور وہ

اسے دوسرے کو واگزار نہیں کرسکتا اور نہ بیچ سکتا ہے۔ہم یہاں اس موضوع کی تحقیق کے در پے نہیں ہیں

بازار کے لئے قسام (سپلائی آفیسر) معین کرنا

"روی:انه کان لعلی علیه السلام قسام یقال له عبد الله ابن یحیٰ و کان یرزقه من بیت المال (۳۶) وقال ابن مرتضیٰ "لم یکن لعلی علیه السلام الا قسام واحد" (۳۷)

روایت ہے کہ علی علیہ السلام کے پاس ایک قسام (تقسیم وسپلائی کا آفیسر) تھا جس کا نام عبد اللہ ابن یحیٰ تھا اور جسے حضرت بیت المال سے تنخواہ دیتے تھے اور ابن مرتضٰی کے بقول: علی علیہ السلام کے پاس ایک سے زیادہ قسام نہیں تھا۔

۱۔کافی ج/ ۵، ص/ ۹۲،من لایحضرہ الفقیہ ج/ ۳،ص/ ۱۷۰، وسائل ج/ ۱۲،ص/ ۴۵
بعض محققین نے بعض مؤرخین سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) کا یہ عمل انصار کے گھروں میں مہاجرین کے مسکن کی تعیین کے لئے تھا لیکن ظاہر نص کے خلاف ہے بلکہ جیسا کہ واضح ہے،صریحاً خلاف ہے

۲۔الاصابۃ ،ج/ ۱ ص/ ۳۲ ،وص ۲۱۱ از تاریخ البخاری وابن ابی عاصم وطبری وغیرہ اور "الباوردی" سے "الصاحبہ" میں نیز التراتیب الاداریہ ج/ ۲،ص/ ۷٦

۳۔سنن ابن ماجہ،ج/ ۲،ص/ ۷۵۱

۴۔یعنی یہ جگہ بازار کے لئے مناسب نہیں ہے

۵۔مجمع الزوائد ج/ ۴،ص/ ۷٦۔الترتیب الادواریۃ ج/ ۲،ص ۱٦۳۔وفاء الوفاء ج/ ۲، ص/ ۸۴

٦۔وفاءالوفاء، ج/ ۲،ص، ۷۴۷

۷۔کتاب وفاءالوفاء، ج/ ۲ص/ ۸۴۷

۸۔کتاب وفاءالوفاء، ج/ ۲ص/ ۸۴۷

۹۔ معالم القربہ،ص/ ۱۵،المصنف عبد الرزاق ، ج/ ۱۰ ص/ ۲۷،کنزل العمال ،ج/ ۵ ص/ ۸۸۴،مجلہ نورالعلم سال دوم،شمارہ ۳ص/ ۵۴،آخری دوکتابوں سے نقل،مصنف ابن ابی شیبہ،ج/ ۷ص/ ۳۵۴

۱۰۔اعلام الوریٰ بااعلام الهدیٰ ص/ ۴٦۲،تفسیر نورالثقلین ج/ ۲ص ۲۱۳

۱۱۔تہذیب، ج/ ۷ص/ ۱۲۹، وسائل ج/ ۱۲ص/۲۸۱

۱۲۔تخوم الارض: یعنی راہ کی نشانیاں اورحدود

۱۳۔کشف المسطارعن مسندالبزار، ج/۱ص/ ۱۳۷اومجمع الزوائدج/۱ص/ ۲۹۴

۱۴۔ایک زراع یعنی پچاس سے ستر سینٹی میٹر کے درمیان۔المنجد

۱۵۔ازالمنصف ابن ابی شیبہ، ج/ ۷ص/ ۲۵۵

۱٦۔الارشاد شیخ مفید ص/ ۴۱۲،الغیبۃ شیخ طوسی ، ص/ ۲۸۳ ، بحار الانوار ج/ ۵۲ ص/ ۳۳۳وص/ ۳۳۹،وسائل ج/ ۱۷ص/ ۳۴۷،اولین دانشگاہ وآخرین پیمبر ج/ ۲

ص/ ۱۹۳

۱۷۔الترتیب الاداریہ،ج/۶،ص/ ۸۰۔بیہقی سے" شعب الایمان" میں اورابن عدی سے "الکامل" میں

۱۸۔محاضرۃ الادائل،ص/ ۱۰۸۔الترتیب الاداریۃ،ج/۱،ص/ ۲۹۸و۲۹۹،از "التحاف الرواۃ" واز "شفاء الغلیل" اور از "العینی" ج/۱،ص/ ۵۲۵،نیز ملاحظہ ہو:الفائق،ج/۱،ص ۴۰۵

۱۹۔الترتیب الاداریۃ،ج/۱،ص ۳۰۰

۲۰۔المناقب ابن شہرآشوب،ج/ ۲،ص/ ۱۱۱۔بحارالانوار،ج/۴۱،ص/ ۱۱۷و۱۱۸

۲۱۔ملاحظہ ہو:معجم البلدان،ج/ ۳،ص/ ۱۹۷

۲۲۔ماثرالانافہ،ج/ ۳،ص/۳۴۱۔الاوائل عسکری،ج/۱،ص/ ۲۹۸۔الترتیب الاداریۃ،ج/۱،ص/ ۲۶۸،نقل ازالخلط مقریزی

۲۳۔ملاحظہ ہو نہج البلاغہ عہد نامہ مالک اشتر وغیرہ الترتیب الاداریہ ج/۱،ا/۴۴۶ وص/ ۴۴۸

۲۴۔مجلہ نورالعلم،سال دوم شمارہ ۳ص/ ۴۵،نشرالدرر،ج/ ۲ص/ ۱۵۲ملاحظہ ہو

۲۵۔فروع کافی طبع آخوندی ،ج/ ۵،ص/ ۱۵۵، اصول کافی طبع اسلامیہ ،ج/ ۲ ،ص/ ۴۸۵،التھذیب ج/ ۷ص/ ۹،وسائل ج/ ۱۲،ص/ ۳۰۰،ج/ ۳،ص/ ۵۴۲

۲۶۔التھذیب ج/ ۶،ص/ ۲۸۳،وسائل ج/ ۱۲،ص/ ۲۰۰

۲۷۔ وفاء الوفاء، سمھودی، ج/ ۲، ص/ ۷۴۸

۲۸۔ المصنف ابن ابی شیبہ، ج/ ۱۴، ص/ ۱۷

۲۸۔ تاریخ طبری، ج/ ۴، ص/ ۴۵۴، الاصناف فی العصر العباس، ص/ ۷۹، نقل از تاریخ طبری

۲۹۔ البلدان، یعقوبی، ص/ ۲۱۱، الاصناف ص/ ۷۹ نقل از البدان

۳۰۔ یہی مطلب امام صادق سے بھی روایت ہو املاحظہ ہو فروع کافی، طبع اخوندی، ج/ ۵ ص/ ۱۵۵؛ اصول کافی، طبع اسلامیہ ج/ ۲ ص/ ۴۸۵؛ من لایحضرہ الفقیہ، ج/ ۴ ص/ ۱۹۹؛ التہذیب ج/ ۷ ص/ ۹؛ وسائل ج/ ۱۲ ص/ ۲۰۰ ج/ ۲ ص/ ۵۲۲

۳۱۔ کنزل العمال ج/ ۵ ص/ ۴۸۸، الاموال ابی عبید ص/ ۱۲۲ و ۱۲۳، الاصناف فی العصر العباسی ص/ ۷۸ گزشتہ کتاب فتوح البلدان ص/ ۳۶۶ اور تاریخ طبری ج/ ۴ ص/ ۴۶ سے نقل، حیات الصحابہ ج/ ۲ ص/ ۱۳ نقل از کنزل العمال

۳۲۔ سنن بیہقی، ج/ ۶، ص/ ۱۵۱، باب الاحیاء الموات

۳۳۔ وفاء الوفاء السمہودی، ج/ ۲، ص/ ۲۴۹

۳۴۔ وسائل الشیعہ، ج/ ۲، ص/ ۲۰۷۔ التہذیب، ج/ ۶، ص/ ۳۷۵

۳۵۔ اس سلسلہ میں کئی روایتیں وارد ہوئی ہیں ملاحظہ ہو: وسائل، ج/ ۱۲، ص/ ۲۷۴ و ۲۷۵ اور دوسرے ماخذ جو وسائل کے حاشیہ میں ذکر ہیں

۳۶۔ جواہر الاخبار والآثار، البحر الزخار کے حاشیہ پر طبع شدہ، ج/ ۵، ص/ ۱۰۵ نیز یہ بات

کتاب شفاء میں دو بار نقل ہوئی ہیں

۳۷۔ البحر الزخار، ج/ ۵ ص/ ۱۰۸

تجارت کے اصول و ضوابط

ایسی روایتیں موجود ہیں جن سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ تجارتی کاموں کا انتخاب اور ان پر عمل درآمد حاکم کے ارادہ و اختیار اور اس کی مصلحت اندیشی کے تابع ہے۔ حاکم اس شخص کو جو مقررہ ضوابط کے تحت نا اہل یا تجارتی کاموں کے لئے مطلوبہ اوصاف و خصوصیات سے محروم ہو

تجارت سے روک سکتا ہے۔

"فقد روی :ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لم یأذن لحکیم بن حزام فی تجارته حتی ضمن له اقالة النادم و انظار المعسر واخذ الحق وافیا، غیر وافٍ" (۱)

"روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکیم بن حزام کو اس وقت تک تجارت کی اجازت نہیں دی جب تک اس سے نادم کے اقالہ (یعنی جب بھی ایک شخص کوئی مال خریدے اور بعد میں پشیمان ہوتو وہ مال اس سے واپس لے لے) تنگ دست کو مہلت دینے اور اپنے حق سے زیادہ نہ لینے کا عہد نہ لے لیا"

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کہ فرمایا:

"من باع واشتریٰ:فلیحفظ خمس خصال ،والا ، فلا یشترین ولا یبیعن الربا والحلف، و کتمان العیب ،والحمد اذا باع والذم اذا اشتریٰ" (۲)

جو شخص خریدتا اور بیچتا ہے اسے پانچ خصلتوں سے دوری اختیار کرنا چاہئے ورنہ نہ وہ ہرگز خریدے اور نہ بیچے:

"سود،اورقسم کھانا، مال کاعیب چھپانا، بیچتے وقت تعریف کرنااور خریدتے وقت عیب نکالنا"

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لا یقعدن فی السوق الا من یعقل الشراء والبیع" (۳)

"عقل سے خرید وفروخت کرنے والے کے علاوہ کوئی اور ہرگز بازار میں نہ بیٹھے"

اورہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام فقہ وتفقہ کی اہمیت پرتاکید کرتے ہوئے فرازمنبر پرارشادفرماتے ہیں:

"یامعشر التجار الفقه ثم المتجر ،الفقه ثم المتجر الفقه ثم المتجر ،والله للربا فی هذه الامة اخفیٰ من دبیب النمل" (۴)

اے تجارت کرنے والو! پہلے فقہ اس کے بعد تجارت پہلے فقہ اس کے بعد تجارت پہلے فقہ اس کے بعد تجارت خدا کی قسم اس امت میں ربا وسود چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ مخفی انداز میں رینگ رہا ہے

شرطیں، ضابطے، اور صلاحیتیں

مذکورہ بالا چند روایات سے کام کے شرائط سے متعلق امور پر روشنی پڑتی ہے جو حسب ذیل ہیں:

ا۔اجازت، گزشتہ روایت جس میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکیم بن حزام کو تجارت کی اجازت نہ دی جب تک XXX ،اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم کو حق حاصل ہے کہ ان لوگوں کو تجارت سے روک دے جو شارع کے مقرر کردہ شرائط وقوانین پر عمل نہیں کرسکتے

بعض بزرگوں نے اس روایت کے مذکورہ مفہوم کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو تجارت کی اجازت نہیں دی جب تک اس نے یہ عہد نہ کر لے ا کہ اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ اس پر پابندی عائد کرنا چاہتے تھے بلکہ اس سے صرف حکم

الٰہی بیان فرمارہے تھے کیوں کہ جب تک کوئی شخص کسی امر میں خدا کا حکم نہیں جانتا اس کا بجا لانا جائز نہیں ہے جیسے نماز کے متعلق معلومات حاصل کرنے سے پہلے اس کا پڑھنا جائز نہیں ہے، یا مراد یہ ہے کہ حکیم بن حزام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تجارت میں مشغول ہونے کے سلسلہ میں مشورہ کیا اور آنحضرت نے اس سے وہ بات ارشاد فرمائی جو شارع کے نظر میں بہتر تھی اور اس کی تجارت پر چند امور کی شرط لگادی منجملہ (اقالہ بیچا ہوا مال واپس لینا) کہ یہ ایک مستحب امر ہے ورنہ اگر اقالہ تجارت کے لئے جواز کی شرط تھا تو اسے موجبات خیار میں شمار ہونا چاہئے تھا جب کہ ایسا نہیں ہے

لیکن ہم کہتے ہیں کہ روایت صراحت کے ساتھ یہ کہتی ہے کہ آنحضرت نے اسے اجازت نہیں دی اور اسے تجارت سے روک دیا جب تک کہ اس کا عہد نہ کر لے اکہ XXX لہٰذا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے اجازت نہ دیتے تو اسے تجارت کرنے کا حق نہ تھا اور شاید اسے تجارت سے روکے جانے کا سبب یہ رہا ہو کہ وہ احتکار (ذخیرہ اندوزی) کرتا تھا جو شرعی طور پر ممنوع اور عمل بد ہے

اسی طرح اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ حکیم نے آنحضرت سے مشورہ کیا اور حضرت نے اس سے خدا کا حکم بیان کیا اسے نصیحت فرمائی ہے تو یہاں تک کہ حکیم نے عہد کی) کی تعبیر کے معنیٰ نہیں مانتے کیوں کہ ظاہری بات ہے کہ ارشاد و نصیحت اور حکم خدا بیان کرنے کے سلسلہ میں عہد اور ضمانت نہیں لی جاتی اور جو کہا گیا ہے کہ "اگر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجازت نہ دینے کا مطلب حکیم کو تجارت سے روکنا ہو تو اس کا لازمہ یہ کہ ایک ایسے امر کی مخالفت کے باعث جو بذات

خود مستحب ہے حق خیار ثابت ہو جائے" اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ حاکم ۔ مبلغ و پیغمبر ہونے کے عنوان سے نہیں بلکہ ۔ حاکم و ولی ہونے کے عنوان سے کسی مستحب یا مباح امر کو شرط قرار دے سکتا ہے اور یہی شرط لازم وضروری ہو جاتی ہے اور حاکم اپنے اس حکومتی دستور کی مخالفت پر سرتابی کرنے والے کو سزا دے سکتا ہے چاہے وہ حکومتی دستور (مخالفت کی صورت میں) حق خیار ثابت ہونے کا موجب نہ ہو ان سب کے علاوہ جس چیز کو حکم الٰہی کا بیان وارشاد ونصیحت کہا گیا ہے وہ بذات خود اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن پیغمبر نے جو چیز حکیم بن حزام پر شرط فرمائی ہے وہ کوئی انجانی یا نئی چیز نہیں تھی بلکہ ایک دم واضح اور بدیہی چیز تھی یہی واضح و بدیہی ہونا شرط اور ضمانت سے میل کھاتا ہے نصیحت یا بیان سے ہم آہنگ نہیں ہے

۲۔ یوں ہی گزشتہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم تجارت کی اجازت دینے کے لئے بعض غیر واجب امور انجام دینے کی شرط بھی لگا سکتا ہے اور حاکم کے شرط قرار دینے ہی سے ان امور کی انجام دہی ضروری ہو جاتی ہے جیسے" اقالہ" کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکیم بن حزام پر اس کی شرط لگائی اور یہ خود واجبات میں سے نہیں ہے لیکن چوں کہ آنحضرت نے اس کی پابندی کو شرط قرار دے دیا اسی شرط کے ذریعہ حکیم بن حزام کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہو گیا

۳۔ جو شخص مسلمانوں کے بازار میں تجارتی کاروبار کرتا ہے اس میں کچھ مشخص صفات و خصوصیات کا ہونا ضروری ہے مثلا اس میں ادراک تمیز اور ہوشیاری ہونی چاہئے یعنی اس میں خرید وفروخت کی عقل موجود ہو اور شاید خرید اور فروخت کی عقل سے مراد تفقہ ہو یعنی وہ خرید و

فروخت کے احکام کا علم رکھتا ہو ہر چند کہ یہ معنیٰ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے اس جملہ" لا یقعدن فی السوق الامن یقعل الشراء والبیع " کی تعبیر سے الگ ہے جو اس خصوصیت سے محروم افراد کو بازار میں بیٹھنے سے روکتا ہے

۴۔ان شرائط پر عمل کے سلسلہ میں مزید اطمینان حاصل کرنے کی غرض سے تجارت کی طرف رجحان رکھنے والوں پر یہ بات لازم قرار دی جاسکتی ہے کہ وہ تجارتی کاروبار شروع کرنے سے پہلے تو خود کو تجارت کے لئے ضروری صلاحیتوں اور خصوصیتوں سے آراستہ کریں

۵۔جس طرح" اقالہ" کی شرط تجارت کی اجازت کے لئے صحیح ہے یوں ہی خرید وفروخت کے احکام کا علم حاصل کرنے کی شرط یا دوسری شرطیں مثلا سود نہ کھانا، قسم نہ کھانا مال کا عیب نہ چھپانا، بیچتے وقت تعریف نہ کرنا اور خریدتے وقت عیب نہ نکالنا جیسے شرائط بھی صحیح ہیں کہ اگر مورد نظر شخص ان شرطوں پر عمل نہیں کرتا ہے تو ہرگز خرید وفروخت نہ کرے یعنی وہ خرید و فروخت کرنے کا حق نہ رکھتا ہو

یہ چند نکات ومطالب تھے جو مذکورہ بالا روایات سے سمجھے جاسکتے ہیں اوراس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حاکم ، مذکورہ بالا یا ان سے بیشتر امور میں مداخلت کا حق رکھتا ہے بعض محققین کہتے ہیں کہ مذکورہ باتوں کے علاوہ ان روایات سے جومزید باتوں کا بھی استفادہ ہوتا ہے:

ایک یہ کہ ولی امر بازار کوایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرسکتا ہے

اور دوسرے یہ کہ ولی امر وحاکم جس جگہ کو بازار قرار دے دے اس جگہ پر بازار سے متعلق احکام لاگو ہوں گے

کافر ذمی کو صرافہ کے کاروبار سے روکنا

ایک اورامر جو گزشتہ امور یعنی حاکم کا ان شرائط کی تعیین کرنا جو اسلام اور مسلمانوں کے حق میں ہو۔ کے علاوہ یہ ہے کہ اکثر ولی حاکم اس میں مصلحت دیکھتا ہے کہ بعض افراد کو بعض تجارتی اعمال و امور سے روک دے یہ وہ موقع ہے جب حاکم یہ جان لے کہ یہ افراد یا گروہ اگر زیادہ تر بد اندیش، خودغرض اور امت کے لئے بلا و مصیبت نہ ہوں تو کم از کم امت کی مصلحتوں کے امانتدار نہیں ہیں اور صرف اسی فکر میں ہیں کہ اسلامی امت کے اقتصاد کی شہ رگ کو اپنے قبضہ میں رکھیں اور دولتوں کو چوس کر نیز اقتصادی منابع پر تسلط رکھتے ہوئے امت کی نبض حیات کو اپنے ہاتھ میں رکھیں اور اس پر حکومت کریں

اور شاید اسلامی امت کے ان ہی مصالح کے پیش نظر حضرت امیر المومنین ۔ نے اہواز میں اپنے قاضی کو خط لکھا جس میں تھا کہ:

"یامرہ بطرد اھل الذمۃ من الصرف" (۵)

"آپ اسے حکم دیتے ہیں کہ اہل ذمہ (کفار ذمی) کو صرفہ کے کاربار سے دور رکھے"

مسجد سے قصہ گویوں اور تصوف کے مبلغوں کو نکالنا

شاید ان ہی اقدامات میں سے یہ بھی ہو جس کے بارے میں حضرت امام صادق سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

"وانّ امیر المومنین علیہ السلام رای قاصا فی المسجد فضربہ و طردہ" (۶)

امیر المومنین علیہ السلام ایک قصہ گو شخص کو مسجد میں (داستان بیان کرتے ہوئے) دیکھا تو

اسے مارکر مسجد سے باہر نکال دیا"

پس امیر المومنین علیہ السلام کا ایک قصہ گو سے متعلق یہ اقدام اس بات کی تاکید تھی کہ آپ اس قسم کے افراد کو جو لوگوں کو اوہام، افسانوں اور خرافات کی دنیا میں لے جاتے ہیں اور قصہ گوئی کے ذریعہ اپنی روزی حاصل کرتے ہیں، اپنا کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے

لہٰذا اول یہ کہ حضرت اپنے اس عمل سے ایسے افراد کے جھوٹ اور دغا بازی کو کچلتے ہیں جو اسرائیلیات (یہودیوں کی ساختہ و پرداختہ جھوٹی داستانوں) کی ترویج و اشاعت کرتے ہیں

دوسرے: اس بات کو غلط قرار دیتے ہیں کہ ایسے کام مسجد میں انجام پائیں

اور تیسرے: اس ذریعہ سے روزی کمانے کو غلط قرار دیتے ہیں اس راہ سے روزی حاصل کرنا صدر اسلام میں عام اور رائج تھا "عمران ابن حصین" نے ایسے ہی قصہ گو کو دیکھا کہ اس نے قران پڑھا، اس کے بعد لوگوں سے (اس کے عوض پیسہ کا) سوال کیا عمران نے کلمہ استرجاع (اناللہ وانا الیہ راجعون) زبان پر جاری کیا اور کہا: میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: (جو قرآن پڑھتا ہے اسے اس کا عوض خدا سے حاصل کرنا چاہئے آگاہ رہو کہ جلد ہی ایسے لوگ بھی آیں گے جو قرآن پڑھیں گے اور اس کے ذریعہ لوگوں سے پیسہ حاصل کریں گے) (۷) "ابن مبارک" سے پوچھا گیا کہ "غوغاء" (۸) کا کیا مطلب ہے؟ تو اس نے کہا اس سے مراد وہ قصہ گو افراد ہیں جو اپنی زبان کے ذریعہ لوگوں کا مال کھاتے ہیں (۹)

ظاہر ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہ عمل ولایتی یا حکومتی اقدام تھا آپ چوں کہ حاکم

وولی امر تھے لہٰذا آپ کو یہ حق تھا کہ ہر اس بات پر روک لگائیں جو نظام حکومت کے لئے نقصان دہ ہو اور لوگوں کے امور میں خلل وفساد پیدا کرے

مخفی نہ رہے کہ سچی اور حق داستانیں بیان کرنے میں کوئی نقصان یا عیب نہیں ہے کیوں کہ یہ قرآن کی روش ہے ارشاد ہوتا ہے (نحن نقص علیک احسن القصص ہم تمھارے لئے بہترین داستان بیان کرتے ہیں)(۱۰)

سعد اسکاف نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا: کیا میں بیٹھ کر قصہ بیان کروں اور اس میں حق اور آپ کے فضائل کا ذکر کروں؟ امام نے فرمایا: "مجھے یہ بات پسند ہے کہ روے زمین پر ہر تیس ہاتھ کے اوپر تمھارے جیسا ایک قصہ گو ہوتا"(۱۱)

اور ہم دیکھتے ہیں کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے جس طرح قصہ وافسانہ گوئی کی مضر اور نقصان دہ راہ سے روزی حاصل کرنے کے خلاف سخت قدم اٹھایا ہے یوں ہی زہد وتقویٰ اور دنیا سے دوری کی نمائش کے ذریعہ روزی کمانے کی بھی سخت مخالفت کی ہے، جیسا کہ روایت میں ہے حضرت علیہ السلام نے حسن بصری کو مسجد سے باہر نکال دیا اور انھیں تصوف کی باتیں بیان کرنے سے منع کر دیا(۱۲)

پہلے امتحان...

"ابن اخو" نے لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے والے شخص سے امتحان لئے جانے کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: "اس سے ان فنوں سے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے اور اس کا امتحان لیا

جائے گا اگر اس نے جواب دیا (تو اسے اجازت دے دی جائے گی) ورنہ روک دیا جائے گا ،جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے حسن بصری کا امتحان لیا جو لوگوں کے درمیان وعظ و نصیحت کرتے تھے حضرت نے ان سے دریافت کیا: "دین کا ستون کیا ہے؟ جواب دیا تقویٰ و پرہیز گاری" پوچھا آفت دین کیا ہے؟ "جواب دیا طمع و لالچ" تو آپ نے ان سے فرمایا: اب تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کر سکتے ہو" (۱۳)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کا اختبار روامتحان جو لوگوں کے اجتماعی امور کا ذمہ دار اور ان پر اثر انداز ہوتا ہے قانونی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا ایسے امتحان میں کامیاب ہوئے بغیر کسی کو اجازت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے کام انجام دے یا اس کے ذریعہ روزی حاصل کرے

علی علیہ السلام اور منجمین

"بلاذری" نے حضرت علی علیہ السلام اور" مسافر بن عفیف ازدی" کے درمیان گفتگو کو نقل کیا ہے اس روایت میں ہے کہ جب اس نجومی نے امیر المومنین علیہ السلام کو ایک خاص ساعت میں اہل نہروان کی طرف جانے سے منع کیا تو حضرت نے فرمایا: "اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ تم ستاروں کا معائنہ کرتے ہو تو جب تک میں برسر حکومت ہوں تمھیں ہمیشہ کے لئے قید میں ڈال دوں گا بخدا کی قسم نہ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نجومی تھے اور نہ کاہن۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا: جب تک تم ہو اور میں بھی زندہ ہوں تمھیں ہمیشہ کے لئے قید کر دوں گا اور جب تک برسر حکومت ہوں تمھیں بیت المال سے محروم کر دوں گا (۱۴)

جب کہ منجمین حکام کے ندیم اور مقرب افراد میں شمار ہوتے رہے ہیں اور ان حکام کے لئے جو خدمتیں انجام دیتے تھے ان کے عوض ہدیئے اور انعامات بھی پاتے تھے فقہ الرضا میں اس طرف اشارہ کیا گیا کہ منجمین اس راہ سے مال و دولت حاصل کرتے تھے وہاں علم نجوم کو علوم فنون کے صنف میں شمار کیا گیا ہے اور اسے حاصل کرنے اس پر عمل کرنے اور اگر شرعی امور میں اس سے استفادہ کیا جائے تو اس کے عوض حق المحنت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے (۱۵)
ظاہر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اس نجومی کے ساتھ جو سلوک فرمایا اس حیثیت سے تھا کہ آپ ولی و حاکم تھے اور چاہتے تھے کہ اسے ایک پیشہ اور روزی کمانے کا ذریعہ بنائے جانے سے روکیں اور نجومیوں کی تصدیق نیز ان کی گرم بازاری کے مقابلہ میں خداوند عالم کے علم اور اس کی قدرت سے متعلق لوگوں کے عقائد مخدوش ہونے سے بچائیں

تعیین شدہ مقامات کے علاوہ دوسری جگہ خرید و فروخت پر پابندی

اس کا شمار بھی لین دین اور تجارت کے قواعد وضوابط میں ہوتا ہے جیسا کہ نقل ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بعض مسلمان تجارتی قافلوں والوں سے (منزل پر پہنچنے سے پہلے) طعام (۱۶) کھانا خرید لیتے تھے، آنحضرت نے ایک شخص کو ان لوگوں کی طرف بھیجا کہ اپنی خریدی ہوئی چیزوں کو اسی جگہ فروخت نہ کریں بلکہ اسے اس جگہ لے جائیں

جہاں کھانا فروخت کیا جاتا ہے(۱۷)

ابن عمر سے نقل ہے کہ "ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کھانے کی چیزیں خریدتے تھے آنحضرت کسی کو ہمارے پاس بھیج کر حکم دیتے تھے کہ اپنی خریدی ہوئی # چیز کو بیچنے سے پہلے خرید کی جگہ سے منتقل کر دیں(۱۸)

شہر کے باہر ہی مال لانے والوں سے چیزیں خرید لینے والوں کے پاس مامور بھیجنے کا مقصد انھیں اس بات پر مجبور کرنا تھا کہ اپنا خریدا ہوا مال شہر کے بازار میں لائیں یہ اقدام ان افراد سے مقابلہ کے لئے تھا جو تلقی رکبان (یعنی تجارتی قافلوں سے شہر کے باہر ہی مال خرید نے جانا) نیز شہر میں مال لانے والوں سے شہر کے باہر لین دین کرنے اور دیہاتیوں کا مال ایک شہر کو فروخت کرنے کے سلسلہ میں دلالی کرنے سے متعلق رسول خدا کہ امتنائی حکم کی خلاف ورزی پر اصرار کرتے تھے(۱۹)

"ابن اخوہ" کا کہنا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی رکبان اور بازار میں بیچنے سے پہلے ہی مال کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے(۲۰)

تلقی رکبان کی حد بندی کی گئی ہے کہ چار فرسخ کے فاصلے تک تجارتی قافلوں کی پیش قدمی کے لئے جایا جائے چار فرسخ سے زیادہ جانے کو "تلقی" نہیں کہا گیا ہے بلکہ اسے مال درآمد کرنا شمار کیا گیا ہے(۲۱)

"تلقی رکبان" سے روکنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے: کہ مال بیچنے والے جو شہر کی طرف آتے ہیں اس روز کی قیمت سے واقف نہیں ہوتے (۲۲) پس بہتر ہے کہ جو لوگ اطراف سے شہر

میں مال لاتے ہیں وہی اسے بازار میں فروخت کریں یہ حکم فقط دیہاتیوں اور بادیانشینوں سے مربوط رہا ہے ایک شہر سے دوسرے شہر مال لے جانے کی صورت میں منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے اسے خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جیسا کہ ذکر ہوا ہے (۲۳) اسے تجارت کہا جاتا ہے

بہرحال بازار تک پہنچنے سے پہلے مال خریدنے کے لئے پیش قدمی کرنے کی ممانعت ثابت اور مسلم (۲۴) ہے اور جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں اس سلسلہ میں پیغمبر اسلام سے بہت سی روایتیں نقل ہوئی ہیں حتیٰ امام صادق علیہ السلام سے بھی تجارتی قافلوں کی مال سے پرہیز کرنے کا حکم نقل ہوا ہے منجملہ یہ ہے کہ:

"لا تلقٰ ولا تشترما تلقیٰ، ولا تاکل منہ و معنیٰ غیرہ" (۲۵)

"مال کی طرف پیش قدمی نہ کرو اور جو کچھ (بازار میں پہنچنے سے پہلے) خریدا گیا ہے اسے نہ کھاؤ اور اسی سے ملتی جلتی دوسری روایتیں بھی --"

"ابن قیم الجوزیہ" نے اگرچہ یہ دعویٰ کی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ میں کوئی شخص غلہ درآمد کرنے والوں سے متلقی نہیں کرتا تھا بلکہ لوگ غلہ آنے کے بعد ان ہی وارد کرنے والوں سے خریدتے تھے (۲۶) لیکن حقیقت یہ ہے کہ لوگوں نے متلقی کے سلسلہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی اور غلہ لانے والوں سے شہر کے باہر خریداری کی جاتی تھی اور جب وہ اس کے بعد بازار آتے تھے تو انھیں اس روز کی موجودہ قیمت معلوم ہوتی تھی جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے:

"فمن تلقاہ فاشتری منہ فاذا اتیٰ سیدہ السوق فھو بالخیار" (۲۷)

جس شخص سے شہر کے باہر مال خریدا جائے جب وہ بازار آئے تو اسے حق خیار حاصل ہوگا۔ یہ عمل بھی ان کے لئے موثر ثابت نہ ہوا کیوں کہ بہت سے مال لانے والے دیہاتی اپنے اس حق سے باخبر نہیں تھے کہ اپنا مال محفوظ کرنے کے لئے اس کا استعمال کرتے

اس حق خیار کی قانونی حیثیت اس قسم کے معاملات میں بھاری نقصان اور دھوکے کے سبب وجود میں آئی ہے اور علامہ حلی کے بقول حق خیار مطلق طور سے ثابت ہے حتیٰ چاہے بیچنے والے کے ساتھ دھوکا نہ بھی ہوا ہو اور شاید اس قول کی سند مذکورہ بالا حدیث کا مطلق ہونا ہے (۲۸)

لیکن "ابن الاخو" نے یہ نکتہ ذکر کرنے کے بعد کہ "تلقیٰ رکبان" یا مال بازار میں آنے سے پہلے خرید کئے جانے کی صورت میں بیچنے والے کے لئے خیار کا حق ثابت ہے یہ کہا ہے یہ اس صورت میں ہے جب تاجروں سے ملنے کے لئے پہلے ہی شہر سے باہر جایا جائے اور شہر کے بازار کی قیمت کے سلسلہ میں ان سے جھوٹ بول کر مال خرید لیا جائے ایسی صورت میں مذہب شافعی کی رو سے خود معاملہ صحیح ہے ہاں حدیث کی نقل کے مطابق تلقی کرنے والا گنہگار اور بیچنے والے کا خیار ثابت ہے (۲۹)

بہر حال خیار کا یہ قانون موثر ثابت نہ ہوا، لہٰذا ضروری تھا کہ خلاف ورزی کرنے والوں کو اس کام سے روکنے کے لئے کوئی اور قدم اٹھایا جاتا تاکہ ایک طرف بادیہ نشینوں اور دیہاتیوں کے منافع محفوظ ہوتے اور دوسری طرف غلہ بازار میں لاکر رائج اور معقول قیمت پر بیچا جاتا ساتھ ہی ذخیرہ اندوزی روز کی قیمت سے لاعلمی اور موجودہ قیمت سے بے خبر افراد کے ساتھ

ظلم وزیادتی کا سوال پیدا نہ ہوت

اس کے علاوہ مال بازار میں لایا جائے گا تو اہل شہر کے لئے اس کی خریداری ممکن ہوگی کیوں کہ اگر تلقی کی اجازت دے دی جائے تو چیزیں بازار میں پہنچنے سے پہلے خریدی یا احتکار کر لی جائیں گی جس سے اہل شہر کے لئے ان کی خریداری ممکن نہ ہوسکے گی (۳۰)

ان سب سے بڑھ کر بازار میں چیزوں کی فراوانی عام طور سے لوگوں میں اور خصوصا فقراء میں گرانی کے زمانہ میں بھی سرچشمی کا نمایاں اثر رکھتی ہے (۳۱)

اور شاید "ابن قیم جوزیہ" کا مذکورہ قول اسی صورت حال کے پیش نظر رہا ہو کہ۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں۔ حکومت نے لوگوں کو تلقی سے توکنے کے لئے خود اقدام کیا ہے

یہ باتیں تو تلقی رکبان کے سلسلہ میں تھیں اب رہی یہ بات شہری افراد دیہاتیوں کا مال ان کی طرف سے فروخت نہ کریں تو اس ممانعت کا سبب یہ ہے کہ لوگوں کو بیچنے اور خریدنے والے کے درمیان دلاّلی کرنے اور کوئی قابل ذکر عمل یا خدمت انجام دیئے بغیر پیسہ حاصل کرنے سے روکا جائے اس کے علاوہ شہری دلال غیر شہری صاحب مال کی لاعلمی و نادانی سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے مال کے تبادلے میں اپنی دخل اندازی کے ذریعہ پیسہ کماتے ہیں

مزید یہ کہ شہری دلال مال لانے والے دیہاتیوں پر اپنا نظریہ تھوپ کر اسے اپنا مال ایسی قیمتوں پر فروخت کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں، جوان پر ظلم وزیادتی شمار ہوتی ہے اور یہی حرکت احتکار یا یکے بعد دیگرے کئی دلالوں کے ذریعہ قیمتوں کی زیادتی کا سبب ہوتی ہے

"طاوس" نے ابن عباس سے روایت کی ہے:

"قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لابیبع حاضرلباد، قلت: لم لابیبع حاضرلباد؟ قال لأنہ کون لہ سمساراً"

"رسول خدانے فرمایا: کوئی شہری کسی دیہاتی کی طرف سے (اس کی نیابت میں) اس کا مال نہ بیچے، میں نے دریافت کیا کیوں؟ تو فرمایا: کیوں کہ شہری اس دیہاتی کے لئے دلال ہوجاتا ہے" (۳۲)

اورشاید بعض اسباب اس بات کی علت ہوں جس کی طرف یہ روایت اشارہ کررہی ہے:

"مرالنبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) برجل معہ سلعۃ یرید بیعھا فقال: علیک باول السوق" (۳۳)

"پیغمبراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کے پاس کچھ مال تھااور وہ اسے بیچنا چاہتا تھا آپ نے اس فرمایا: تم پرلازم ہے کہ "اول بازار" کی طرف جاؤ"

احتمال یہ ہے کہ "اول بازار" سے مرادشاید وہ جگہ ہوجواس قسم کا مال بیچنے کے لئے بنائی گئی تھیا شاید آنحضرت اس شخص کوایسا مال بیچنے کے لئے مناسب جگہ کی رہنمائی فرما کراس کی مدداور اس پراحسان کرنا چاہتے ہوں

زیر سایہ فروخت

جیسا کہ ہم آئندہ دیکھیں گے، امام موسی کاظم علیہ السلام (جو یہ جانتے ہیں کہ وہ ہشام بن حکم جیسے افرادکو جوکچھ بھی حکم دیں گے تعمیل کیا جائے گا کیونکہ وہ امام ہونے کی حیثیت سے انھیں حکم دے رہے ہیں اوران کے پاس فرمانبرداری وتعمیل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے) جب

آپ ہشام بن حکم کے پاس سے اس حال میں گزرتے ہیں کہ ہشام سایہ میں "سابری" ایک قسم کا لباس بیچ رہے ہوتے ہیں تو آپ ہشام سے فرماتے ہیں:

"یاھشام ان بیع فی الظلال غش و الغش لایحل" (۳۴)

"اے ہشام سایہ میں فروخت کرنا دھوکہ دہی ہے اور تجارت میں دھوکہ دھڑی حلال نہیں ہے"

امام علیہ السلام کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام حالات و شرائط جو صحیح تجارتی معاملات میں خلل پیدا کرتے ہیں اور چاہے براہ راست نہ سہی دوسروں کے حق میں دھوکہ دہی کا سبب بنتے ہیں ان پر بھرپور توجہ رکھنا چاہیئے

نیز صحیح تجارتی معاملہ اور امانتداری کے اصول کی رعایت کے سلسلہ میں اسلام نے جو قوانین بنائے ہیں اور اس کے باریک باریک پہلوؤں پر زور دیا ہے ان کی طرف بھی اشارہ کرنا چاہیئے حتی ان قوانین میں اس کی طرف بھی توجہ کی گئی ہے کہ سایہ میں یا سایہ کہ باہر ہونے کی صورت میں تجارتی مال پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ اسلامی قانون جو حکیم و دانا اور رؤوف و مہربان خدا کی جانب سے آیا ہے، کے علاوہ دنیا کے کسی بھی قانون میں حتی اتنی معمول سطح پر غش اور دھوکہ دہی سے پرہیز کا اہتمام برتا گیا ہو

شبہ سے بھی پرہیز

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

"مر النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علی رجل و معه ثو بیبیعه و کان الرجل

طویلا و الثوب قصیرا فقال له اجلس فانه انفق لسلعتك" (۳۵)

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لباس بیچنے والے لمبے شخص کے پاس سے گزرے اور وہ لباس اسکے قد کی مناسبت سے ناٹا تھا حضرت نے اس سے فرمایا: بیٹھ جاؤ اس طرح سے تمھارا جامہ بہتر طور سے بکے گا

لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام جس طرح یہ نہیں چاہتا کہ خریدار کے ساتھ دھوکہ دھڑی ہو۔ کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہشام بن حکم کو "سابری" سایہ میں فروخت کرنے سے منع کرتے ہیں یوں ہی وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ بیچنے والا بھی نقصان کا شکار ہو حتیٰ شبہ کے ذریعہ بھی جو ایک طویل القامت شخص کے کوتاہ اور چھوٹے لباس بیچنے سے پیدا ہوتا ہے، لہٰذا اسے بیچنے کا حکم دیتا ہے تا کہ خریدار لباس کی ناپ کے بارے میں اور اپنی مطلوبہ چیز کے بارے میں وہم اور شبہ کا شکار نہ ہو جائے اور لباس کو اس کے اصل اندازے سے چھوٹا تصور نہ کرے

----

۱)۔کافی، ج/ ۵، ص/ ۱۵۱۔التھذیب، ج/ ۷، ص/ ۵۔وسائل، ج/ ۱۲، ص/ ۲۸۶

۲)۔کافی / ج۵، ص/ ۱۵۰و۱۵۰ من لایحضرہ الفقیہ ،ج/ ۳ ص/ ۱۳ خصائل ج/ ۱ ص/ ۲۸۲ فقہ الرضا ص/ ۲۵۰، وسائل ج/ ۱۲ ص/ ۲۸۴، بحارالانوار ج/ ۱۰۰ ص/ ۹۶و۱۰۰، مستدرک الوسائل ج/ ۲ ص/ ۴۶۳

۳)۔کافی ج/ ۵ ص/ ۱۵۴، من لایحضرہ الفقیہ ج/ ۳ ص/ ۱۹۳، التھذیب ج/ ۷ ص/ ۵ وسائل ج/ ۳ ص/ ۲۸۳

۴)۔آگے اس مطلب پر دلالت کرنے والی روایت نقل کی جائے گی۔

۵)۔ دعائم الاسلام ،ج/ ۲ ص/ ۳۸،مستدرک الوسائل،ج/ ۲،ص/ ۴۸۲،نہج السعادہ ،ج/ ۵ نص/ ۱۳۱ ٦ آخر کے ماخذوں کے پہلے ماخذ سے نقل کیا ہے

٦)۔کافی،ج/ ۷،ص/ ۲٦۳،التہذیب،ج/ ۱۰ ص/ ۱۴۹،وسائل،ج/ ۱۲ ص/ ۱۱۱،اور ج/ ۸ ص/ ۵۷۵اور ج/ ۳ ص/ ۵۱۵

۷)۔الجامع الصحیح ترمزی،ج/ ۵ ص/ ۱۷۹، مسند احمد،ج/ ۴ ص/ ۴۳۹ وص/ ۴۴۵، الحضارۃالاسلامیہ فی القران الرابع الہجری ج/ ۲ ص/ ۱۵۵

۸)۔بے لگام افراد جو کسی چیز کے پابند نہیں ہوتے

۹)۔ربیع الابرار، ج/ ۳ ص/ ۵۸۹،قصہ گوئی کے ذریعہ روزی کمانے سے متعلق اور یہ کہ قصہ گوئی ایک حکومتی منصب بن گیا تھا ملاحظہ فرمائیں !الحضارۃ الاسلامیہ فی القرآن الرابع الہجری ،ص/ ۱۱۰،ص/ ۱۱۱وص/ ۱۱۵نیز اس سے قبل اور بعد الخطط المقریزی ج/ ۲ ص/ ۲۵۴،اورالمعجم المفہرس لالفاظ السنہ انبیویہ کے مادہ "قصّ" میں نیز آن مأخذ میں جن کی طرف اشارہ کیا گیا

۱۰)۔سورہ یوسف/ ۳

۱۱)۔اختیار المعرفتہ الرجال ص/ ۲۱۴ ،ص/ ۲۱۵،جامع الرواۃ ، ج/۱ ص/ ۳۵۳،تنقیح المقال ،ج/ ۲ ص/ ۱۲،منتہیٰ المقال ص/ ۱۴۴، نقد الرجال ص/ ۱۴۸ ، قاموس الرجال ج/ ۴ ص/ ۳۲۴،معجم الرجال الحدیث ج/ ۸ ص/ ٦۸۔٦۹

۱۲)۔التراتب الاداریہ ج/ ۲ ص/ ۲۷۲

۱۳)۔معالم القریہ ص/۲۷۱

۱۴)۔ انساب الاشراف بلاذری ، ج/ ۲ ص/ ۳۶۸ و ۳۶۹ بہ تحقیق محمودی حیاۃ الصحابۃ ج/ ۳ ص/ ۵۳۷، از کنزل العمال ج/ ۵ ص/ ۲۳۵، تذکرۃ الخواص ص/ ۱۵۹، نیز ملاحظہ فرمائیں شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی حنفی ج/ ۲ ص/ ۲۷۰

۱۵)۔فقہ الرضا ص/ ۳۰۱، بحارالانوار ج/ ۱۰۰ ص/ ۵۲

۱۶)۔طعام کے مطلق معنی قوت اور غذا کے ہیں لیکن جیسا کہ "لسان العرب" میں ہے اس لفظ سے اہل حجاج گیہوں مراد لیتے ہیں

۱۷)۔ملاحظہ فرمائیں: صحیح بخاری ج/ ۲ ص/ ۱۰، التراتیب الاداریۃ ج/ ۱ ص/ ۲۸۵، صحیح مسلم ج/ ۵ ص/ ۸، نظام الحکم فی الشریعۃ والتاریخ الاسلامی (السطۃ القضائیہ) ص/ ۲۹۰ و ۲۹۱، معالم الحکومت الاسلامیہ ص/ ۲۴۴ نقل از: النظم الاسلامیہ نشأتھا ونظورھا، وسنن نسائی ، ج/ ۷ ص/ ۲۸۷۔آخری مأخذ میں آیا ہے یہاں تک کہ اسے بازار طعام لے جائیں

۱۸)۔سنن نسائی ج/ ۷ ص/ ۲۸۷، اور کنز العمال ج/ ۴ ص/ ۸۰

۱۹)۔رک: کافی ج/ ۵ ص/ ۱۶۹، التھذیب، ج/ ۷ ص/ ۱۵۷، من لایحضرہ الفقیہ ج/ ۳ ص/ ۲۷۳، وسائل ج/ ۱۲ ص/ ۳۲۶ و ۳۲۸، امالی شیخ طوسی ج/ ۲ ص/ ۱۱، سنن ابی داؤد ج/ ۲ ص/ ۲۶۹،۲۷۰، صحیح بخاری ج/ ۲ ص/ ۱۱، سنن نسائی ج/ ۷ ص/ ۲۵۵ تا ۲۵۹، سنن داری ج/ ۲ ص ۲۵۵، مسند احمد ج/ ۵ ص/ ۲۲ و ۹۱ و ۶۳، المسند حمیدی ج/ ۲ ص/ ۴۴۶،

مصابیح السنۃ ج/ ۲ ص/ ٦، نصب الرایہ ج/ ۴ ص/ ۲۱ و ۲۲ و ۲٦۱، نیز اس کے حاشیہ میں ملاحظہ ہو: الجامع الصحیح ترمذی ج/ ۳ ص/ ۵۵۴ تا ۵۵٦، سنن ابن ماجہ ج/ ۲ ص/ ۷۴۳ و ۷۴۵، صحیح مسلم ج/ ۵ ص/ ۴ تا ٦، مجمع الزوائد ج/ ۴ ص/ ۸۱ تا ۸۳، بحار الانوار ج/ ۱۰۰ ص ۸۸، عوالی اللئالی ج/ ۳ ص/ ۲۰٦ و ۲۱۰، تذکرۃ الفقہا ج/ ۱ ص/ ۵۸۵، ۵۸٦، التراتیب الاداریہ ج/ ۲ ص/ ۵۷ و ۵۸، کنز العمال ج/ ۴ ص ۳٦ تا ۳۹ و ۵۴ تا ۵۵ و ۹۲ تا ۹۳، بعض مذکورہ ماخذ نیز: طحاوی، مالک، سعید ابن منصور، طیالسی، شافعی، بیہقی، طبرانی، ابن ابی شیبہ اور ابن عسکری سے نقل شدہ اور ملاحظہ ہو: معالم القریہ ص/ ۲۱۲ و ۲۱۳، کشف الاستار ج/ ۲ ص/ ۸۸ و ۸۹، نظام الحکم فی الشریعہ والتاریخ (السلطۃ القضائیہ) ص/ ٦۰۳

۲۰)۔ معالم القریہ ص/ ۱۲۳

۲۱)۔ کافی ج/ ۵ ص/ ۱٦۹ و ۱٦۸، التہذیب ج/ ۷ ص/ ۱۵۸، من لایحضرہ الفقیہ ج/ ۳ ص/ ۲۷۴ وسائل ج/ ۱۲ ص/ ۳۲٦ و ۳۲۷

۲۲)۔ نظام الحکم فی الشریعہ والتاریخ لاسلامی (السلطۃ القضائیہ) ص/ ٦۰۳ نقل از ابن تیمیہ

۲۳)۔ کافی ج/ ۵ ص/ ۱۷۷۔ وسائل ج/ ۱۲ ص/ ۳۲۷

۲۴)۔ کنز العمال ج/ ۴ ص ۷۳ و ۸۳، از طحاوی اور از ابی سعید، مصابیح السنہ ج/ ۲ ص/ ٦

۲۵)۔ وسائل ج/ ۱۲ ص/ ۳۲٦، من لا یحضرہ الفقیہ ج/ ۳ ص/ ۲۷۳، کافی

ج/ ۵ ص/ ۱۶۸ التھذیب ج/ ۷ ص/ ۱۹۸،عوالی اللئالی ج/ ۲ ص/ ۲۱۰۔مستدرک الوسائل، ج/ ۲، ص/ ۴۶۹

۲۶)۔التراتیب الاداریہ ج/ ۲ ص/ ۹۱ نقل از الطرق الحکمیہ ابن قیم

۲۷) ۔رک :عوالی اللئالی، ج/ ۴ ص/ ۲۱۱ تذکرۃ الفقھا ،ج/ ۱ ص/ ۵۸۵،مستدرک الوسائل ج/ ۲ ص/ ۴۶۹، صحیح مسلم ج/ ۵ ص/ ۵،سنن ابی داؤد ج/ ۳ ص/ ۳۶۹،سنن داری ج/ ۲ ص/ ۲۵۵، سنن نسائی ج/ ۷ ص/ ۲۵۷، الجامع صحیح ترمذی ج/ ۳ ص/ ۵۲۴، سنن ابن ماجہ ج/ ۲ ص/ ۷۳۵، مسند احمد ج/ ۲ ص/ ۲۸۴، ۴۰۳، ۴۸۸،نصب الرایہ ج/ ۴ ص/ ۳۶۱، المکاسب ص/ ۳۱۱، کنز العمال ج/ ۴ ص/ ۳۷، ۹۳ (بعض مذکورہ بالا مآخذ سے نقل) نیز از عبد الرزاق و معالم القربہ ص/ ۱۲۳

۲۸)۔مکاسب شیخ انصاری، ص/ ۲۴

۲۹)۔معالم القریۃ فی احکام الحسبۃ، ص/ ۱۴۳

۳۰)۔دعائم الاسلام، ج/ ۲ ص/ ۳۰ مستدرک الوسائل، ج/ ۲ ص/ ۴۶۹

۳۱)۔المکاسب، ص/ ۲۱۱

۳۲)۔معالم القربہ، ص/ ۲۱۲

۳۳)۔وسائل، ج/ ۱۲، ص/ ۲۹۶۔من لا یحضرہ الفقیہ، ج/ ۳، ص/ ۱۹۶۔کنز العمال، ج/ ۴، ص/ ۸۷۔نقل از ابن شیبہ آخری ماخذ میں "اول السوق" کے بجائے "اول

السوم" آیا ہے جو شاید چاپ کی غلطی ہے۔

۳۴)۔وسائل ،ج/ ۱۲،ص/ ۲۰۸۔من لایحضرہ الفقیہ،ج/ ۲،ص/ ۱۷۲۔فروع کافی،ج/ ۵،ص/ ۱۶۱۔التہذیب،ج/ ۷،ص/ ۱۳

۳۵)۔کافی،ج/ ۵،ص/ ۳۱۲۔التہذیب شیخ طوسی ،ج/ ۷،ص ۲۲۷۔وسائل ،ج/ ۱۲،ص ۳۴۰

ذخیرہ اندوزی اور حکومت کی ذمہ داریاں

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک اشتر کو لکھے ہوئے اپنے عہد نامہ میں ملک کے اندر تاجروں اور صنعت گروں کے ہم کردار پر تاکید کی ہے اور ان کے لئے کچھ ایسے حقوق ذکر کئے ہیں جن کی رعایت ضروری ہے اسی طرح جیسے جملہ امور کی نگرانی اور فساد و نقض امن نیز حکومتی دستورات کی بجا آوری میں سستی سے روکنے کے لئے حکومت کی ذمہ داریوں کا ذکر فرماتے ہیں:

" ثم استوص بالتجار وذوی الصانعات ،واوص بهم خیرا،المقیم منهم،والمضطرب بماله، والمترفّق ببدنه،فانهم مواد المنافع،واسبا ب المرافق ،وجلابها منالماعد والمطارح ،فی برّك،وبحرك ،وسهلك ،وجبلك،وحیث لا یلتئم الناس لمواضعها،ولا یجترؤن علیها(من بلاد ئاعدائك))(فاحفظ حرمتهم ،وآمن سبلهم،وخذلهم بحقوقهم،فانهم سلم لا تخاف بائقته،وصلح لا تحشیٰ غائلته)).((وتفقد امورهم بحضرتك ،وفی حواشی بلادك)).واعلم مع ذلك:ئان فی كثیر منهم ضیقا فاحشا ،وشحا قبیحا،واحتكارا للمنافع ،وتحكما فی البیاعات،وذلك باب مضرّةعلی العامة،وعیب علی الولاة،فامنع (من)الاحتكار،فان رسول الله(صلّی الله علیه وآله (وسلم)منع منهولیكن البیع (والشرّاء)بیعا سمحا ،بموازین عدل،وئاسعار لا تجحف ،بالفریقین ،من البائع والمبتاع،فمن قارف حكرة بعد نهیك ایاه،فنكل بهوعاقبه من غیر اسراف (فان رسول الله فعل ذلك)"(۱)

تاجروں اور صنعت کاروں سے ان کے نیک مشورے قبول کرو اور انھیں نیکی کی دعوت دو، چاہے وہ جو ایک مستقل جگہ رہ تجارت اور کام کرتے ہیں یا وہ جو اپنا سرمایا و مال یہاں سے وہاں لے جاتے اور اپنے بدن سے بھی کام لیتے ہیں، یہ لوگ منفعت کے سرچشمے، آرام کے وسائل اور دور دراز کے علاقوں بیابانوں، سمندروں، جنگلوں سنگلاخ وادیوں اور ایسی جگہوں سے منافع وارد کرنے والے ہیں جہاں ہر ایک جانے کی جرأت بھی نہیں کر سکتےپش ان کی

عزت وحرمت محفوظ رکھوان کی راہوں کو پر امن بناؤاوران کے حقوق حاصل کرو کہ یہ لوگ صلح وامن والے ہیں ان کی طرف سے کوئی خوف وخطر نہیں ہے یہ حضر میں ہوں یا سفر میں ان کے معاملات حل کرو ساتھ ہی یہ بھی جان لو کہ ان میں سے بہت سے لوگ بہت زیادہ تنگ نظر بڑے لالچی اور بخیل ہیں وہ اموال کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں یعنی دین میں زوروز بردستی اورمکروفریب سے کام لیتے ہیں یہ سب کے لئے ضررنقصان کا دروازہ اور حکام کے لئے ننگ وعار کا سبب ہیں لہٰذا لوگوں کو ذخیرہ اندوزی سے روکو کہ رسول خدا (ص) نے اس عمل سے منع فرمای

ذخیرہ اندوزی پر پابندی لگاؤ کہ رسول اللہ (ص) نے اس سے منع فرمایا ہے خرید وفروخت سہل وآسان طریقہ سے عدل کی ترازوؤں اور ایسی قیمتوں سے جو دونوں طرف (یعنی تاجر و خریدار) کے لئے ظلم وزیادتی نہ ہوانجام پانا چاہئے پس اگر تمھارے منع کرنے کے بعد کسی نے ذخیرہ اندوزی کی تو اس سے سختی کے ساتھ نپٹو اور بغیر کسی غصہ یا تیزی کے اسے سزا دو (کہ بلاشبہ حضرت رسول خدا (ص) نے ایسا ہی کیا ہے)

اس حدیث سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ حکومت تاجروں اور صنعت کاروں کے سلسلہ میں کچھ فرائض رکھتی ہے مثلاً:

ا۔ان کی عزت واحترام کا تحفظ

۲۔سفر کرنے اور مال لانے لے جانے کے لئے راہوں میں امن وامان قائم کرنا

۳۔ان کے حقوق حاصل کرنا

۴۔ان کی امور کی یکساں طور پر دیکھ بھال کرنا چاہئے وہ وہ دور ہوں یا نزدیک اور اس کے مقابل خود والی وحاکم پر لازم ہے کہ:

ا۔انھیں ذخیرہ اندوزی سے روکے اور اگر کوئی منع کرنے کے بعد بھی ذخیرہ اندوزی کرے تو اس پر سختی کی جائے اسے قرار واقعی سزادی جائے کہ حضرت رسول خدا بھی یہی اقدام فرمایا تھ

۲۔خرید فروخت میں آسانی پیدا کی جائے

۳۔لین دین عادلانہ ناپ تول سے انجام پائے

۴۔قیمتیں ایسی نہ ہوں کہ بیچنے والے اور خریدار پر زیادتی یا ظلم ہو

جب حاکم لے لئے ان امور کی انجام دہی ضروری ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ اس مین اتنی صلاحیت موجود ہو جو اسے ان کاموں کے انجام دینے پر قادر بنائے تا کہ وہ ان فرائض کو صحیح اور فیصلہ کن طور پر انجام دے سکے

مذکورہ چار بنیادی باتوں کی وضاحت کے لئے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان چاروں باتوں کا اس زاویہ سے جائزہ لیں کہ حکومت عوام کو براہ راست کسی چیز کے بجالانے کا حکم یا کسی چیز سے روک سکتی ہے

ناپ تول پر نگرانی اور اس سلسلہ میں وقت نظر سے کام لینے وزن اور تول کی رعایت کرنے اور مال کو وزن، ہیمانہ یا شمار کے بغیر بیچنے سے روکنے کے سلسلہ میں گزشتہ گفتگو ہو چکی ہے آسان انداز میں خرید وفروخت کے سلسلہ میں بھی یہ عرض کر چکے ہیں کہ پیغمبر اکرم (ص) نے حکیم بن حزام پر یہ شرط لاگو کردی تھی کہ اگر خریدار مال خریدنے کے بعد منصرف ہو جائے اور مال

واپس کرے تو اس سے مال لے لے اور معاملہ ختم کر دے تنگدست کو مہلت دے اور اپنا حق مکمل یا کمتر لے اور دوسرے امور بھی بیان کئے جا چکے ہیں منجملہ وہ فرامین جو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے بازاروں میں گشت زنی کے دوران خرید و فروخت آسان بنانے کے لئے صادر فرمائے تھے بیان کئے جا چکے ہیں ہم یہاں اس سے متعلق تفصیل میں نہیں جانا چاہتے

اب رہ جاتی ہے ذخیرہ اندوزی کے خلاف اقدام اور قیمتوں میں زور و زبردستی کو روکنے کی بات، یہاں ہم اس بارے میں بحث و تحقیق کرتے ہیں:

ذخیرہ اندوزی اور اس کی سزا

مالک اشتر کے نام امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے عہد نامہ میں آیا ہے:

"اس کے باوجود یہ جان لو کہ ان میں سے بہت سے لوگ بڑے تنگ نظر اور ذلیل و بخل و طمع رکھتے ہیں منافع میں ذخیرہ اندوزی اور لین دین میں زور و زبردستی سے کام لیتے ہیں یہ کام عوام کے حق میں نقصان دہ اور حکام کے لئے ننگ و عار کا سبب ہے لہٰذا لوگوں کو ذخیرہ اندوزی سے روکو کیوں کہ رسول خدا (ص) نے اس سے منع فرمایا ہے"

یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: پس جو شخص بھی تمھارے منع کرنے کے بعد ذخیرہ اندوزی کرے اس سے سختی کے ساتھ نپٹو اور اسے مناسب سزا دو کہ حضرت رسول خدا نے ایسا ہی اقدام فرمایا ہے (۲)

نیز حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ایک خط میں جو آپ نے رفاء بن شداد کو تحریر مرمایا تھا ،آیا ہے:

"انه عن الحكرة ،فمن ركب النهى فاوجعه ،ثم عاقبه باظهار مااحتكر"(۳)

"ذخیرہ اندوزی سے منع کرو پس جو شخص منع کرنے کے بعد اس کا مرتکب ہو اس کی کندی کرو (اسے جسمانی سزا دو) اس کے جس چیز کا اس نے ذخیرہ کیا ہے اسے ظاہر کر کے اس کو سزا دو"

حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام انھوں نے اپنے پدر بزرگوار اور انھوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ: رسول خدا (ص) ذخیرہ اندوزں کی طرف سے گزرے اور انھیں حکم دیا کہ جو کچھ ذخیرہ کیا ہے اسے بیچ بازار میں جہاں سب لوگ دیکھیں لے آئیں

آنحضرت (ص) کی خدمت میں عرض کیا گیا: کیا ہوتا اگر آپ (ص) ان چیزوں پر قیمت لگا دیتے ؟ حضرت (ص) یہ سن کر اس طرح غضب ناک ہوئے کہ غصہ کے آثار آپ کے چہرہ پر نمایاں ہو گئے، فرمایا: میں ان پر قیمت معین کروں؟ قیمت خدا کے ہاتھ میں ہے جب وہ چاہے زیادہ کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے کم کر دیتا ہے۔(۴)

یوں ہی روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ایک لاکھ درہم کا ذخیرہ اندوزی کیا ہوا غلّہ جلواڈالا۔(۵)

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ساحل فرات کی طرف سے گزرے وہاں ایک تاجر کا غلّہ کا انبار دیکھا جو اس لئے رکھا ہوا تھا کہ غلہ گراں ہو تو بیچا جائے،

آپ نے اسے جلا دینے کا حکم دیا۔(٦)

تیسری روایت میں "عبد الرحمن بن قیس" سے نقل ہے کہ جیش نے کہا: میں نے اطراف کوفہ میں جو پیداوار اور غلے ذخیرہ کر کے چھپا رکھے تھے علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے انھیں جلوا دیا اگر وہ یہ کام نہ کرتے تو اس سے میں کوفہ کی پیداوار کے برابر فائدہ اٹھاتا۔(٧)

اس سے ظاہر ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام احتکار (ذخیرہ) شدہ چیزوں کو جلوا دیا کرتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ لوگوں کو ذخیرہ اندوزی سے روکا جائے احتکار کرنے والے کو سزا دی جائے، اس لئے کہ ذخیرہ اندوزی عوام کو نقصان پہچاتی ہے اور حکام کے لئے ننگ و عار شمار ہوتی ہے جیسا کہ مالک اشتر کے عہد نامہ میں ذکر آ چکا ہے۔

"و فی روایة عن الامام الصادق علیه السلام و کل حکرة تضر بالناس و تغلی السعر علیهما فلا خیر فیها" (٨)

"اور ایک روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ: چھپا کر ذخیرہ کیا ہوا ہر مال جس سے لوگوں کو نقصان پہنچے اور قیمت بڑھنے کا باعث ہو اس میں خیر و بھلائی نہیں ہے"

ان ہی حلات کی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ رسول خدا (ص) جس طرح ذخیرہ اندوزی کرنے والوں سے سختی کے ساتھ نپٹتے تھے یوں ہی اس شخص کے ساتھ بھی ہم دیکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح ذخیرہ اندوزی کرنے والوں سے سختی کے ساتھ نپٹتے تھے یوں ہی اس شخص کے ساتھ بھی طاقت کا استعمال کرتے تھے جو دوسروں کو نقصان پہنچاتا تھا جیسا کہ آپ (ص) نے "سمرۃ بن جندب" کے ساتھ اقدام فرمایجب "سمرۃ" نے اپنے خرمے کے درخت کے بارے میں جو دوسرے کے گھر میں تھا سختی کا اظہار کیا ار یہ بات نہ مانی کہ جب وہ

درخت کو دیکھنے آئے گا تو صاحب خانہ سے اجازت بھی طلب کرے گا جب اس کی یہ سختی صاحب خانہ کے لئے مضر ثابت ہوئی تو رسول خدا (ص) نے حکم دیا کہ اس کا درخت اکھاڑ کر اس کے سامنے ڈال دیا جائے (۹)

مذکورہ روایات میں نظر آتا ہے کہ احتکار و ذخیرہ اندوزی کرنے کے لئے ۔من قسم کی سزا معیّن کی گئی ہے:

ا۔اسے درد پہنچانے والی مار مارنا۔

۲۔ جو کچھ اس نے احتکار کیا ہے اسے آشکار کرنا اور بیچ بازار میں منظر عام پر لان

۳۔احتکار شدہ مال جلا دینا۔

تیسری قسم کی سزا کے سلسلہ میں ممکن ہے ایک سوال پیش آئے اور وہ یہ کہ احتکار شدہ؛ مال تلف اور برباد کیوں ہو۔مناسب قیمت پر خریدار کے ہاتھ فروخت کیوں نہ کیا جائے اور اس کا پیسہ مالک کے حوالہ کر دیا جائے ؟ یا کم از کم ضبط کر کے بیت المال میں شامل کیوں نہ کر لیا جائے تا کہ اس کا نفع عوام تک پہنچے؟

جواب میں ہم کہیں گے:

ممکن ہے کہ جس شخص کا احتکار کیا غلہ جلوا دیا گیا ہو وہ عناد سے کام لیتے ہوئے ذخیرہ سے منع کئے جانے والے حاکم کی مخالفت پر اڑا رہتا ہو یہاں تک کہ وہ احتکار شدہ مال جلوا دیئے جانے کی تنبیہ و سزا کا مستحق قرار پائے تا کہ دوسرے بھی اس عمل سے عبرت حاصل کریں جس طرح حضرت رسول خدا (ص) نے سمرۃ بن جندب کے خرمے کے درخت کے سلسلہ میں خود

واسطہ بننے ،دخل دینے مختلف پیشکش کرنے ۔جو سب کی سب اس کے لئے مفید تھیں ۔کے با وجود جب اسے اپنی بات پر اڑا ہوا اور ہٹ دھرمی اور عناد پر جما ہوا پایا تو حکم دیا اس کا درخت اکھاڑ کر اس کی طرف پھینک دیا جائے ۔

اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد ضرار کو ڈھا دینے کا حکم دیا نیز جس طرح حضرت علی علیہ السلام نے ایک مکان جس میں فاسقین اکٹھا ہوا کرتے تھے اور جس طرح ”مصقلۃ بن ہبیرہ“ و”عروۃ بن عشیہ“ اور”جریر بن عبداللہ بجلی“ کے گھروں میں ان کی عظیم خیانتوں اور نافرمانیوں کی بنا پر سزا و تعزیر کے عنوان سے ویران کر دیا۔(۱۰)

نیز احتکار شدہ مال اور دوسرے اموال ،جن کا ذکر گزر چکا ہے ،کے بیت المال میں شامل نہ کئے جانے کا سبب یہ تھا کہ طاغوت اور ظالم حکام کے ہاتھوں میں ایک بہانہ یا سند نہ آ جائے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کے اموال پر ناحق قابض ہو جائیں ۔

جائز نفع

یہ بیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اسلام نفع کمانے اور مال و دولت حاصل کرنے سے نہیں روکتا ہے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ مال حاصل کرنا ،نفع کمانا جائز اور شرعی راہوں سے انجام پائے جن کی پابندی معاشرہ کی اقتصادی بنیاد میں خلل پیدا نہیں کرتی نہ خود اور دوسروں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ساتھ ہی (وہ یہ چاہتا ہے کہ)اسلامی بازار میں نئی چیزوں اور نئے مال کی فروانی کر کے یا پھر خصوصی یا عمومی خدمت و محنت کے ذریعہ جو معاشرہ کا معیار زندگی بلند

کرنے میں موثر اور عام طور سے لوگوں کی رفاہ وآسائش اوران کی بھلائی نیز کم یا طویل مدت میں معاشرہ کی مشکلات حل کرنے میں مفید ثابت ہوااور مال ومنفعت کا ذریعہ بھی "رفاہ وکمال اورزیادہ سے ترقی حاصل کرنے کے لئے" ان باتوں کا لحاظ رکھا جائے۔

لہٰذا یہ بات طبیعی وفطری تھی کہ اسلام، جوا، سود یا دھوکہ اورجعل سازی وغیرہ کے ذریعہ پیسہ کمانے کے طریقوں سے مقابلہ کرے۔ یہ طریقہ جو نہ صرف معاشرہ کی خدمت نہیں کرتے اس کی سطح زندگی کو بلند نہیں کرتے، اقتصادی مشکلیں حل نہیں کرتے اور اسلامی امت کی دوسری دشواریوں کے حل میں کوئی کردار نہیں ادا کرتے بلکہ حقیقت میں یہ دوسروں کی پونجی نگل جانے اورانھیں تباہ وبرباد کرنے کے وحشیانہ طریقے شمار ہوتے ہیں اوراسلامی امت اور معاشرہ کو فکری، اخلاقی، اجتماعی اور دوسرے بہت سے نقصانات پہنچاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ اسلام جائز طور پر مال و دولت اور نفع کمانے سے۔ جب تک یہ مال معاشرہ کو آگے بڑھانے اوراس کی ترقی کی راہ میں حصہ دار معاشرہ کی اقتصادی سطح بلند کرنے میں مددگار، اور اس کی مشکلات حل کرنے میں دخیل ہو۔ منع نہیں کرتا۔

اسی لئے جیسا کہ مالک اشتر کے عہد نامہ میں ہے حضرت علی علیہ السلام تاجروں اورصنعت گروں کو منفعت کے سر، چشمے رفاہ وترقی کے اسباب ،دورودراز کے علاقوں ، جنگلوں، پہاڑوں اورصحراؤں کی پرخطر راہوں سے ملک میں منافع اورآسائش لانے والے کہا ہے یہ بات بھی ذکر ہوچکی ہے کہ تجارت انسان کی عزت وسربلندی ہے اور ۱۰ / ۹ روزی اس میں موجود ہے تجارت سے حاصل شدہ نفع سے لوگوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ کو روزی

پہنچاتا ہے حتٰی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرم (ص) جب شہری دلالوں کے ذریعہ بغیر شہری افراد کا مال بیچنے کو منع کرتے ہیں فرماتے ہیں:

"دعوا الناس یرزق اللہ بعضھم من بعض" (۱۱)

"چھوڑ دو خداوند عالم بعض لوگوں کے ذریعے بعض کو روزی دیتا ہے"

قیمتوں پر کنٹرول

واضح رہے کہ مال و دولت سے لگاؤ اور اکثر اوقات انسان کی فکری تربیتی یا عقیدتی بنیاد میں نقص و خلل کی وجہ سے پیدا ہونے والی ضمانتوں کی کمزوری بجائے اس کے کے صحیح جہت میں جدھر خدا چاہتا ہے انسان کی نقل و حرکت کو کنٹرول یا توجیہ کرنے میں موثر ثابت ہو انسان کے افکار و اعمال پر اس کی عقل و وجدان کے تسلط اور اس کے ارادوں کو کمزور کر کے اسے عملی طور پر شرعی حکم کی رعایت و پابندی سے دور لے گئی ہے

یہی چیز بعض اوقات اس کا سبب ہوئی ہے کہ انسان میں یہ جرات پیدا ہو کہ وہ کبھی ذخیرہ اندوزی کرے کبھی قیمتوں سے کھیلے اور کبھی دھوکہ اور جعل سازی سے کام لے یا سود خوری کرے یا پھر اسلام کی نگاہ میں ناپسند دوسرے طریقہ اختیار کرے اور امت اسلام یا مجموعی طور پر پورے انسانی معاشرہ کو سخت نقصانات سے دو چار کرے یہیں سے حکومت پر اسلامی بازار کی دیکھ بھال، نگرانی تجارتی نقل و حرکت پر کنٹرول اور قیمتوں پر نگرانی کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے تا کہ مالک اشتر کے عہد نامہ میں حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

کی تعبیر کے مطابق کہ قیمت خریدار یا بیچنے والے کے لئے زیادتی کی حد تک نہ پہنچے (۱۲) (کہ اگر اس حد کو پہنچ جائے تو اسے کنٹرول میں لایا جائے اور اس پر پابندی لگانی چاہیئے) بلکہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے عہد نامہ کی عبارت ایسی قیمت تعین کرنے کی طرف دلالت کرتی ہے جس میں خریدار یا تاجر کسی پر زیادتی نہ ہو کیوں کہ یہ کہنا کہ "بیچنے والے" یا خریدار کے ساتھ زیادتی نہ ہو اس بات کی دلیل ہے کہ قیمت اس پر تھوپی جاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام یہ کام خود انجام دیتے تھے چنانچہ "ابو الصہباء" ناقل ہیں کہ میں حضرت علی علیہ السلام کو شط "کلا" میں دیکھا کہ وہ قیمت کی میزان و مقدار کے بارے میں پوچھ تاچھ کررہے تھے۔(۱۳)

ظاہر ہے کہ اگر خود حاکم کے لئے قیمتوں کی نگرانی اور ان پر کنٹرول ممکن نہ ہو تو مجبوراً وہ اس کام کے لئے ایک ادارہ تشکیل دے گا تا کہ شارع مقدس کے مقاصد پورے ہوں

قیمتوں کا تعین یا بے جا زیادتی پر پابندی

ہم جو کچھ اوپر عرض کر چکے ہیں کہ:

اول: یہ کہ اسلام نے مال اور نفع کمانے سے نہیں روکا ہے

دوسرے: آدمی کی طمع ولالچ اسے قیمتوں سے کھیلنے، احتکار کرنے نیز دوسرے نقصان دہ اور نا پسندیدہ امور کی طرف کھینچ لے جاتی ہے

تیسرے: لوگوں کو ان قیمتوں پر مال بیچنے کے لئے آمادہ کرنا جو کسی بھی خریدنے یا بیچنے والے

کے لئے نقصان دہ نہ ہو حکومت کے فرائض میں سے ہے

چوتھے: قیمتیں بہر حال کنٹرول کی جائیں اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام بذات خود یہ کام دیتے تھے

ان سب کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احتکار شدہ جنسوں کی قیمت معین کرنے کو رد فرمایا ہے اسی طرح حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے بھی یہ اقدام نہیں کیا

چنانچہ بعض نقل شدہ روایات میں ہم نے دیکھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قیمت خدا کے ہاتھ میں ہے جب وہ چاہے زیادہ کر دیتا ہے اور جب چاہے کم کر دیتا ہے" (۱۴)

اب کیا ہماری پچھلی بات اور مودہ بات میں کوئی تناقص ہے؟ اس کا جواب منفی ہے کیوں کہ ان حضرات کے اقدامات میں مکمل طور پر یکجہتی پائی جاتی ہے، اور ان میں کوئی تناقص واختلاف نہیں ملتا ان حضرات کے مختلف اقدامات میں مکمل انسجام ویکجہتی کی وضاحت کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس طرف اشارہ کریں کہ اس جملہ "قیمت خداک ہاتھ میں ہے جب وہ چاہے زیادہ کر دے اور جب چاہے کم کر دے" سے کیا مراد ہے؟

شیخ صدوق نے اس کی وضاحت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: اگر سستائی اور مہنگائی مال کی زیادتی یا کمی سے مربوط ہو تو خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کے مقابل تسلیم ورضا واجب ہے

لیکن اگر سستائی یا مہنگائی خود انسانوں کے عمل کا نتیجہ ہو مثلا ایک شخص شہر کا تمام غلہ خرید لے اوراس کام کے ذریعہ قیمت زیادہ ہو جائے ، جیسے پیغمبر اسلام (ص) کے زمانہ میں حکیم بن حزام کرتا تھا اور وہ تمام غلہ جو مدینہ میں وارد ہوتا تھا خود خرید لیتا تھیہ گرانی اس شخص کے عمل کا نتیجہ ہے خداوند عالم کی ذات سے اس کا تعلق نہیں ہے کیونکہ اگر اس مورد میں بھی گرانی کو خدا کی ذات سے متعلق کیا جائے تو جو شخص شہر کا تمام غلّہ خرید لیتا ہے اسے مذمت وملامت کا مستحق نہیں ہونا چاہئے۔(۱۵)

یہ تو تھی مسلمانوں کے بازار میں "گرانی" سے متعلق بات لیکن اگر کوئی دوسرے تاجروں کو نقصان پہچانے کی غرض سے قیمت کو نیچے لائے تاکہ ان تاجروں کا سرمایہ ختم ہو جائے اور بازار پر صرف اس کا تسلّط ہو جائے۔ یہ بھی وہی صورت ہے یعنی ایسے شخص کا عمل جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر اس کام سے اس کا مقصد دوسروں کو نقصان پہنچانا نہ ہو بلکہ وہ اس کام سے فقراء کی مدد اور خدا کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس صورت میں اس کا عمل پسندیدہ اور مقبول ہے۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا (ص) بازار میں ایک ایسے شخص کے پاس گزرے جو بازار کی قیمت سے سستا کھانا فروخت کرر ہا تھا آپ نے اس سے فرمایا:

"تبیع سوقنا بسعر ھو ارخص من سعر ؟ قال:نعم قال:صبرا و احتسابا؟ قال:نعم قال:ابشر فان الجاب الی سوقنا کالمجاھد فی سبیل اللہ والمحتکر فی سوقنا کالملحد فی کتاب اللہ"(۱۶)

"یعنی ہمارے بازار میں ہماری (معین کردہ) قیمت سے سستی قیمت پر فروخت کرر ہے ہو؟

عرض کی ہاں مرمایا: ایثار اور خدا کے حساب میں؟ عرض کیا ہاں ،فرمایا: بشارت ہو تجھے کہ ہمارے بازار میں مال لانے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کے مانند اور ہمارے بازار میں احتکار اور ذخیرہ اندوزی کرنے والا کتاب خدا میں ملحد کے مانند ہے"

پہلے پیغمبر اسلام (ص) نے اس شخص کے عمل پر ایسے تعجب کا اظہار کیا جیسے اس کے اقدام سے راضی نہ ہوں لیکن جب یہ جان لیا کہ وہ شخص اپنے اس عمل سے خدا کی رضا وخوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی تشویق فرمائی ساتھ ہی بدنیت تاجر یعنی احتکار کرنے والے کی حقیقت سے بھی اسے آگاہ فرمائیں

دوسری دلیل جو طے شدہ قیمت کو نیچے لانے کی بدی و ناخوشگواری پر دلالت کرتی ہے حضرت علی علیہ السلام نے کسی کے مال پر قیمت معین نہیں کی ،لیکن جو شخص اس روز کی قیمت سے بڑھ کر مال بیچے اس کے لئے کہا جائے گا ،جس طرح تمام تاجر بیچ رہے ہیں تم بھی فروخت کرو ورنہ بازار سے اٹھ جاؤ مگر یہ کہ غلہ یا کھانا دوسروں تاجروں کے غلوں سے زیادہ مرغوب اور بہتر ہو(۱۷)

یوں ہی جو شخص موجودہ قیمت سے کم پر مال فروخت کرتا ہے اسے حکم دیا جاتا ہے کہ تمام لوگوں کی قیمت پر مال فروخت کرے ورنہ اس کی سزا یہ ہوگی کہ اس کے کام کا اجازت نامہ منسوخ ہوجائے گا اسے بازار میں مال فروخت کرنے سے منع کردیا جائے گ اور اس کا سبب۔جیسا کہ اشارہ کیا جاچکا ہے۔یہ ہے کہ وہ دوسروں کونقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے اسی طرح غلہ احتکار کرنے والے کی سزا بھی ،تجارت کے اجازت نامہ منسوخی اور اس کی تجارتی سرگرمیوں

پر پابندی ہے جیسے پیغمبر اسلام (ص) کے زمانہ میں حکیم بن حزام احتکار کیا کرتا تھا اور فقط معین ومخصوص حالات میں ضمانتیں لینے بعد اسے تجارت کی اجازت دی گئ

مذکور بالا باتوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ جو حضرت رسول خدا (ص) نے احتکار شدہ مال پر قیمت نہیں لگائی اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی ایسا کوئی اقدام نہیں کیا اس کا سبب یہ تھا کہ قیمت خداوند عالم کے ہاتھ میں ہے، جس کا تعلق موجودہ مال کی مقدار لوگوں کی ضرورت اور توجہ کا تناسب اور طبیعی اسباب وحالات سے ہے ایسی صورت میں بلاکسی ضرورت کے قیمت کا تعین صاحب مال پر ظلم شمار ہوتا ہے

اسی طرح طبیعی وفطری اسباب وعلل کے تحت پیدا ہونے والی گرانی کے نتیجہ میں پیداوار میں زیادتی یا بازار میں مال کی فراوانی وجود میں آسکتی ہے چاہے مال کسی دوسری جگہ سے لایا جائے اس بنا پر قیمت کا تعین جواس مطلوب ومفید صورت حال کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہے مناسب نہ ہوگا

احتکار شدہ مال کو باہر لاکر اسے بازار میں ایسی جگہ رکھنا کہ سب اسے دیکھ سکیں بازار میں مال کی فراوانی اور لوگوں کی ضرورت واحتیاج نیز دوسرے امور پر بھی فطری طور سے اپنا اثر ڈالے گا اس طرح مال کی قیمت فطری طور پر خود بخود معین ہوجائے گی اور قیمت تعیین کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ ائے گی

لیکن ظاہر ہے کہ۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت میں نقل ہوا اور مالک اشتر کے عہد نامہ میں بھی اس کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ جس طرح عام قیمت سے کم پر مال بیچنے

والے کو بازار سے اٹھ جانے کا حکم دے دیا جاتا ہے تا کہ وہ دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے اور دوسرے تاجروں کو ضرر نہ پہنچے ۔ یوں ہی ۔ اگر صاحب مال اپنے احتکار شدہ مال کو اونچی قیمت پر جو لوگوں کے نقصان کا باعث ہو بیچے تو اسے بہر حال خریدار کو نقصان پہنچانے سے روکنا چاہئے جیسا کہ مالک اشتر کے عہد نامہ میں قیمت اونچی کر کے لوگوں کو نقصان پہنچانے سے روکا گیا ہے

اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "ہر احتکار شدہ مال جو لوگوں کو نقصان پہنچائے اور قیمت کو اوپر لے جائے اس میں کوئی خیر نہیں ہے" (۱۸) مالک اشتر کے عہد نامہ میں بھی احتکار کے سلسلہ میں آیا ہے : " احتکار لوگوں کو نقصان پہنچانے کا دروازہ اور حکام کے لئے ننگ ورسوائی کا سبب ہے"

بنا براین امام علیہ السلام نے احتکار قاعدہ "لاضرر" کے مصداقات میں سے جانا ہے جو حاکم کو ی اختیار دیتا ہے کہ عوام کو نقصان پہنچے سے بچانے کے لئے اقدام کرے، یعنی وہی اختیار جو حاکم کو خرمے کا درخت اکھاڑ کر اس کے مالک (سمرۃ بن جندب) کے سامنے ڈال دینے کے سلسلہ میں حاصل تھا۔ کیونکہ لوگوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے مال ذخیرہ کرنے اور چھپا دینے میں ۔ کہ اس پر پابندی لگنی چاہئے اور مال باہر نکال کر اسے منظر عام پر رکھنے کا حکم دینا چاہئے ۔ اور لوگوں کو ضرر نقصان پہچانے کے لئے اونچی قیمت پر مال بیچنے میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اس صورت حال پر بھی پابندی لگنی چاہئے کیوں کہ دونوں مورد میں بنیاد ایک ہی ہے ۔ یا یہ کہ احتکار اور قیمت کے ذریعہ لوگوں کو ضرر و نقصان پہنچانا دونوں جائز ہوں یا پھر دونوں پر

پابندی لگائی جائے۔اسلام نے دوسری راہ (یعنی دونوں پر پابندی) کواختیار کیاہےاس لئے کہ جس بنیادی چیز سے روکا جارہا ہےیعنی عوام کونقصان پہنچنا وہ دونوں صورتوں میں موجود ہے

مختصر یہ کہ مالک آزاد ہے کہ اس بات کی رعایت کرتے ہوئے کہ فروخت میں ظلم وتعدی نہ کرے اور دوسروں کونقصان نہ پہنچائے بقیہ وہ جس قیمت پر چاہے اپنا مال فروخت کرسکتا ہےاب وہ تھوڑے نفع پر راضی ہوجاتا ہے یا زیادہ فائدہ چاہتا ہے یاایک شخص کو بہت ہی کم نفع میں یاسر سے نفع لئے بغیر مال بیچتاہےاوردوسرے کواونچی قیمت پر مال فروخت کرتا ہے اورحکومت نگراں ومحاسب ہے جومناسب وضروری وقت پرامورکواپنی حدود میں لانے کے لئے داروعمل ہوتی ہےاور۔جیسا کہ عرض کیا جاچکاہے۔نقصان دہ زیادتی پر پابندی لگاتی ہے اورضرورت پڑنے پرمجرموں کااجازت نامہ منسوخ کردیتی ہے یااسے بازار سےنکل جانے کاحکم دیتی ہے بلکہ ممکن ہےاس سے بھی آگے بڑھ کراقدام کرے جیسا کہ پیغمبراکرم (ص) نےسمرہ کادرخت اکھاڑ پھکوادیاخیبر میں دیگیں الٹوادیں اورامیرالمومنین علیہ السلام نے احتکا رشدہ غلوں کاانبارجلواڈالا

ممکن ہے یہ کہاجائے کہ مالک اشترکولکھے ہوئےحضرت امیرالمومنین علیہ السلام کےعہدنامہ جہاں بیچنے والے پرزبردستی اورزیادتی کی بات بیان کی گئی تھی، یہ سمجھاجائے کہ اگرولی وحاکم کسی مصلحت کےتحت مال پرایک قیمت معین کرےتواسے اس کاحق اسی طرح سے حاصل ہے جسے عرض کیا جاچکا ہے کہ حضرت رسول اکرم (ص) نے پکنے سے پہلے بھل فروخت

کرنے سے منع اور پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے روکنے کے لئے خیبر میں دیگیں الٹ دیں اور طواف میں حکم دیا کہ مسلمان "ہرولہ" (چلنے اور دوڑنے کے بیچ کا انداز) کریں یا خضاب لگانے کا حکم دیا یا شہر میں کبوتر کا شکار کرنے سے منع فرمایا اور

البتہ یہ جو ہم کہتے ہیں کہ ولی و حاکم ایسے اقدام کا حق رکھتا ہے، یہ اس مورد میں ہے کہ ابھی لوگوں کی ضرورت و احتیاج شدید نہ ہوئی ہو اور حرج مرج کی نوبت نہ آ گئی ہو، ایسی صورت میں ولی و حاکم ولایت و حاکمیت کے اعتبار سے دخل دینے کا حق رکھتا ہے چاہے ثانوی اعتبار سے سہی لیکن ضرورت و حرج کی صورت میں حاکم پر یہ بات لازم و فرض ہوتی ہے

ایک ضروری یاد دہانی

ظاہر ہے کہ اوپر جو باتیں کہی گئی ہیں ان کا تعلق ایسے احتکار و ذخیرہ اندوزی سے ہے جو عمومی سطح پر خلل اور لوگوں کے لئے ضرر و نقصان کا باعث ہو جیسے کوئی پورے شہر کا غلہ خرید لے اور لوگ اس سے محروم ہوں ورنہ مال کا مناسب وقت تک رکھنا یعنی جب تک لوگوں کی مانگ اور ان کی توجہ میں اضافہ ہو۔ جب مہ بازار میں وہ مال موجود بھی ہو۔ منع نہیں ہے اور معصومین علیہم السلام سے نقل شدہ روایات (۱۹) کے منطوق کے مطابق اس راہ سے زیادہ نفع کمانا جائز ہے

۱۔ ۲)۔ نہج السعادہ، ج/ ۵ ص/ ۹۹ و ۱۶، تحف العقول ص/ ۱۴۰، نہج البلاغہ شرح عہد ج/ ۳ ص/ ۱۱۰ و ۱۱۱، بحار الانوار طبع قدیم ج/ ۱۰ ص/ ۶۱۰ و ۶۱۱ وطبع جدید، ج/ ۱۰۰

ص/۸۸و۸۹،مستدرک الواسائل ج/۲ ص/۴۴۵۔دعائم الاسلام ج/۱،ص/۱۷۳۳و۲۷۳آخری مأخذ میں اس خط کو حضرت علی کے بجائے حضرت رسول خدا سے منسوب کیا گیا ہے

۳)۔دعائم السلام ج/۲ ص/۳۶۔ مستدرک الواسائل ،ج/۲ص/۴۶۹۔نہج السعادہ ج/۵ص/۳۱

۴)۔توحید صدوق، ص۳۸۸۔استبصار،ج۳،ص۱۱۴و۱۱۵۔من لایحضرہ الفقیہ ج/۳،ص/۲۶۵۔عوالی اللئالی،ص۲۰۸،التہذیب ج۷،ص۱۶۱و۱۶۲۔تذکرۃ الفقہاء، ج۱،ص۵۸۵۔وسائل ج۱۲،ص۳۱۷

۵)۔المحلی ج۹،ص۶۵

۶)۔کنزل العمال ج/۴،ص/۱۰۳ از عقیلی۔نیز رجوع فرماء معالم القریہ ص۱۲۱و۱۲۲و۲۸۸

۷)۔المحلی ج۹ص۶۵

۸)۔دعائم اسلام ج۲،ص۳۵المصنف ابن ابی شیبہ،ج۶،ص۱۰۳

۹)۔کافی ج/۵،ص/۲۹۲ و۲۹۴۔من لا یحضرہ الفقیہ ج/۳ص/۱۰۳و۲۳۳ ۔التہذیب ج/۷ ص/۱۴۷ ۔وسائل ج/۱۷ص/۳۴۰و۳۴۱۔بحارالانوار ج/۱۰۰ ص/۱۲۷ ۔الفائق ج/۲ص/۴۴۲۔مصابیح السنۃ بغوی ج/۲ص/۱۴۔ التنظیم الاسلامیہ ص/۳۲۱۔ازابوداؤدوازعون المعبود ج/۲ص/۳۵۲

۱۰)۔نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں: انساب الاشراف ج/ ۲ ص/ ۱۴۱۷ و ۱۶۵۴ و ۲۷۷ ۔
۱۱)۔ امالی شیخ طوسی ج/۱ص/۱۱ ، وسائل ،ج/ ۱۲ص/ ۳۲۷و۳۲۸ ۔کافی ،ج/ ۵ ص/ ۱۲۸۔التہذیب ج/ ۷ ص/ ۵۸۔من لایحضرہ الفقیہ ،ج/ ۳ص/ ۲۶۸و۲۷۳۔استبصار ،ج/ ۳ص/ ۱۱۵،صحیح مسلم ج/ ۵ ص/۶۔سنن ابی داؤد ،ج/ ۳ص/ ۲۷۰۔سنن نسائی، ج/ ۷ ص/۲۵۶۔الجامع الصحیح ترمذی ج/ ۳ ص/۵۲۶۔سنن ابن ماجہ ،ج/ ۲ ص ۷۴۳۔کنزالعمال ج/ ۴ ص/ ۳۶و۳۱۷از طبرانی ،مسلم و احمد ۔مصابیح السنۃ ج/ ۲ ص/ ۸۔ نصب البرایۃ ج/ ۴ ص/ ۲۶۔ مجمع الزوائد ج/ ۴ ص/ ۸۳۔عوالی النسائی ج/ ۳ص/ ۲۰۶و۲۱۰۔تذکرۃ الفقہا ج/ ۱ ص/ ۵۸۵۔معالم القربۃ ص/ ۲۱۳۔نیز اس کے حاشیہ میں ہے کہ بخاری کے علاوہ دوسرے اصحاب صحاح نے یہ روایت نقل کی ہے تتیسیر الوسول ج/ ۲ ص/ ۴۶و۴۷
۱۲)۔بعض صحابہ کہہ رہے تھے کہ شاید مالک اشتر کے عہد میں امام علی علیہ السلام کا یہ فقرہ کہ اور قیمتیں جوکسی بھی بیچنے والوں یا خریدار پر زیادتی کا سبب نہ ہوں احتکار اور احتکار کرنے والے کی طرف سے ذخیرہ شدہ مال فروخت کرنے کے اقدام سے مخصوص ہے اور وہ بھی اس لئے کہ ذخیرہ اندوزوں سے انتقام لینے کی غرض سے ان کا ذخیرہ شدہ مال ضبط کرلیا جائے یا معمولی قیمتوں پر بیچ دیا جائے لہٰذا حضرت کا یہ کلام قیمت تعین کرنے کی شرعی حیثیت کو ثابت کرتا ہے
ہم یہ کہتے ہیں کہ بظاہر یہ کلام احتکار کے مسئلہ سے مخصوص نہیں ہے کیوں کہ اگر یہ احتکار سے

روکنے کا حکم اس سے پہلے کی گفتگو میں بیان ہو چکا ہے لیکن صرف احتکار سے منع کر دینے کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ احتکار کرنے والوں کے اموال کی قیمت معین کرنے بیچنے یا انھیں ضبط کرنے کا جواز حاصل ہو جائے جس طرح کہ فروخت میں آسانی پیدا کرنے اور عادلانہ ناپ تول کے ساتھ سے بیچنے کا حکم احتکار سے مخصوص نہیں ہے جس پر پابندی لگانے کا حکم اس پہلے آچکا ہے احتکار کرنے والے کو سزا دینے کا حکم بھی ان تمام جملوں کے بعد آیا ہے (اور مذکورہ زیر بحث جملہ کو احتکار کی مورد سے مخصوص نہیں کیا جا سکتا) اس بنا پر مالک اشتر کے عہد نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اوامر خود مستقل اور عام ہیں جن عمل مطلق طور سے ۔احتکار کے علاوہ دوسرے مورد میں بھی ۔واجب ہے

۱۳)۔ محقات احقاق الحق ،ج/۸ ص/ ۵۶۳،نقل از کتاب ارجح المطالب ،ص/ ۱۵۴ مطبوعہ لاہور اور نقل از"الریاض النضرۃ"

۱۴)۔توحید صدوق ،ص/ ۳۸۸۔کافی ج/ ۵ ص/ ۱۶۲ و ۱۶۳۔من لا یحضرہ الفقیہ ،ج/ ص/ ۲۶۵ و ۲۶۸۔استبصار ، ج/ ۳ ص/ ۱۱۴ و ۱۱۵۔التہذیب ،ج/ ۷ ص/ ۱۶۱ و ۱۶۲۔وسائل ،ج/ ۱۲ ص/ ۳۱۷۔سنن ابی داؤد ،ج/ ۳ ص/ ۲۷۲۔سنن دارمی ،ج/ ۲ ص/ ۲۴۹ ۔سنن ابن ماجہ ،ج/ ۲ ص/ ۷۴۱ و ۷۴۲۔النز العمال ج/ ۴ ص/ ۵۴ تا ۵۷ و ۱۰۴ و ۱۰۵ ،بعض گزشتہ مآخذ سے نقل نیز ہزار ،عبد الرزاق ،بیہقی ، احمد ،ترمُزی ،ابن حیان طبرانی ، دیلمی ،عقیلی ،ابن النجار خطیب ، رافعی اور نصب الرایہ ج/ ۴ ص/ ۲۶۲ و ۲۶۳ ،اور اس حاشیہ میں مجمع الزوائد ج/ ۴ ص/ ۹۹ و ۱۰۰۔تذکرۃ الفقہا ج/ ۱

ص/ ۵۸۵۔المعجم الصغیر ج/ ۲ ص ۷ کشف الاستار ج/ ۲ ص/ ۸۵ ۔ معالم القریہ، ص/ ۱۲۰

۱۵)۔توحید صدوق،ص/ ۳۸۹و۳۹۰

۱۶)۔مستدرک حاکم ج/ ۲ ص/ ۱۲ تلخیص مستدرک ذہبی (چاپ شدہ در حاشیہ مستدرک) کنزالعمال ج/ ۴ ص/ ۵۳و۵۵ نقل از مستدرک و از زبیر بن بکار، دراخبار المدیریت ۔وفاء والوفا، ج/ ۲ ص/ ۵۶۷ اس آخری مأخذ میں سمھودی نے روایت کو ایک لفظ کے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ قیمت کی زیادتی سے مراد مال میں زیادتی ہے

۱۷)۔دعائم الاسلام ج/ ۲،ص/ ۳۶۔مستدرک الوسائل ج/ ۲ ص/ ۴۶۹

۱۸)۔دعائم الاسلام، ج/ ۲ ص/ ۳۵ مستدرک الوسائل ج/ ۲ ص/ ۴۶۸

۱۹)۔کافی ،ج/ ۵ ص/ ۱۶۵۔من لا یحضرہ الفقیہ ،ج/ ۳ ص/ ۳۶۶۔التوحید ،ص/ ۳۸۸و ۳۸۹ و۳۹۰۔ التھذیب ج/ ۷ ص/ ۱۶۰۔استبصار ،ج/ ۳ ص/ ۱۱۵و۱۱۶۔ نیز ملاحظہ فرمائیں مستدرک الواسائل ج/ ۲ ص/ ۴۶۸و۴۶۹ ۔ تذکرۃ الفقہاء ج/ ۱ ص/ ۵۸۵

غیر ملکی تجارت اور ٹیکس

فقہائے اسلام نے کفار حربی و غیر حربی اور باغی مسلمانوں سے اسلحہ خریدنے اور ان کے ہاتھ بیچنے کے موضوع پر بحث و گفتگو کی ہے لہٰذا اس موضوع کو چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے ہم یہاں کفار سے عام مال خریدنے اور ان کے ہوتھوں بیچنے کے سلسلہ میں حاکم کے دخل اور اس کے ذریعہ ملک میں مال وارد کرنے پر تشوق کے سلسلہ میں اشارہ کریں گے اسی طرح اس

بارے میں بھی گفتگو کریں گے کہ کیا تاجروں سے ٹیکس لیا جاتا تھا یا اسلام میں ٹیکس لینا جائز نہیں تھا

غیر مسلمان سے تجارت

سب سے پہلے ہم اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اسلام کسی کے لئے حتیٰ غیر مسلمان کے لئے فقر و غربت، سختی اور تنگدستی نہیں چاہتا ہے

"ان علیا علیه السلام قد کتب الی قرظة بن کتب الانصاری: امابعد فان رجالا من اهل الذمة من عملك ذکروا نهرا فی ارضهم، قد عفا و اذقن، وفیه لهم عمارة علی المسلمین، فانظر انت و هم، ثم اعمر واصلح انهر، فلعمری، لان یعمروا احب الینا من ان یخرجوا، وان یعجزوا او یقصروا فی واجب من صلاح البلاد و السلام" (۱) (علی علیه السلام)

"حضرت علی علیہ السلام نے "قرضۃ بن کعب انصاری" کو لکھا ہے: تمھارے تحت فرمان علاقہ کے کچھ اہل ذمّہ افراد نے کہا ہے کہ ان کی زمینوں میں ایک نہر تھی جو پٹ گئی اور خشک ہوگئی ہے اور وہاں ان کی آبادی ہے پس تم اور وہ لوگ اس کام کا جائزہ لو اس نہر کی صفائی وا اصلاح کرو اور انھیں آباد کرو میری جان کی قسم اگر وہ آباد ہوں تو یہ ہمارے نزدیک ان کے کوچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (کیونکہ آوارہ وطن ہونے کی صورت میں) وہ مجبور و ناتوان ہوں گے یا ان کاموں کے کرنے سے معذور ہوں گے جن میں حکومت کی خیر و صلاح ہے والسلام"

یہ سیاست ذمی کافروں سے مخصوص نہیں رہی ہے بلکہ دوسروں کے شامل حال بھی رہی ہے:

"فان رسول اللهﷺ قد ارسل بخمس ماۃ دینار الیٰ اھل مکۃ معونۃ لھم حینما تبلوا بالقحط (۲) کما انّه قد ارسل الیھم بعد الفتح بمزید من الاموال ایضا" (۳)

"حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ کو جب قحط میں مبتلا ہو گئے تھے، پانچ سو دینار ان کی مدد کے لئے بھیجے جس طرح آپ نے فتح مکہ کے بعد بھی ان کے پاس مزید اموال بھیجے"

اور یہ صرف اس لئے تھا کہ اسلام لوگوں کی فلاح و خوشبختی چاہتا ہے، کہ لوگ جائز طریقوں سے ہاتھ آنے والی خیر برکت سے فائدہ اٹھائیں بشرطیکہ وہ ان فوائد کو اسلام اور انسانوں کے خلاف جنگ کے لئے بروئے کار نہ لائیں اور انھیں مخالفت و مخاصمت کی بنیاد نہ بنائیں

"سیما البلقاوی" جو ایک عیسائی شخص تھا اور ایک تجارت کے سلسلہ میں مدینہ آیا اور دولت اسلام سے مشرف ہوا تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کہا: ہم "بلقاء" سے مدینہ گیہوں لے کر آئے اور وہاں فروخت کیا اور جب وہاں سے خرمے خریدنا چاہے تو لوگوں نے ہمیں اس کی اجازت نہیں دی، ہم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر انھیں اس قضیہ کی اطلاع دی جو لوگ ہماری راہ میں رکاوٹ تھے آنحضرت (ص) نے ان سے فرمایا:

"امایکفیکم رخص ھذا الطعام بغلاء ھذا التمر الذی تحملونہ؟ ذروھم تحملوہ" (۴)

کیا تمھارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ تم نے سستا گیہوں حاصل کیا اور خرما جو یہ لے جا رہے ہیں انھیں مہنگا فروخت کیا ہے؟ چھوڑ دو لے جائیں"

اس روایت سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

ایک یہ کہ غیر مسلم تاجر اپنا مال لے کر مسلمان علاقوں میں آتے رہے ہیں۔ حتیٰ روایت ہے کہ غیر مسلمان تاجروں کو جنگ کے زمانہ میں بھی خصوصی تحفظ حاصل تھا۔ چنانچہ جابر سے نقل ہے کہ ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مشرک تاجروں کو قتل نہیں کرتے تھے (۵)

دوسری یہ کہ یہ روایت اگرچہ صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ اہل مدینہ کا مال نہ فروخت کرنا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے تحت تھا جو آنحضرت (ص) نے پہلے صادر فرمایا ہو، لیکن اس سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ اہل مدینہ غیر مسلمانوں کے ہاتھ بنیادی واساسی جنس فروخت نہیں کرتے تھے بلکہ ثمامہ کے قول۔ جسے ہم آئندہ نقل کریں گے۔ کے علاوہ اس روایت سے یہ استفادہ بھی ہوتا ہے کہ مسلمان اس بات کو ضروری سمجھتے تھے کہ کم از کم غذائی اشیاء کو دوسرے ملکوں منجملہ مشرکین کے ملکوں میں صادر کرنے کے سلسلہ میں حضرت رسول خدا (ص) سے اجازت حاصل کریں، کم از کم ثمامہ اسی کے معتقد تھے

بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ جب ثمامہ اسلام لائے اور اہل مکہ نے (شماتت آمیز لہجہ میں) ان سے کہا: کیا تم اسلام کی طرف مائل ہو گئے؟ تو انھوں نے مشرکین مکہ کو جواب دیتے ہوئے کہا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں ثمامہ کی جان ہے، مکہ کے اطراف سے ایک دانہ بھی تم تک نہیں پہنچتا جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت نہ دیں یہ کہہ کر وہ اپنے مسکن کی طرف چلے گئے اور مکہ میں مال وغلہ لے جانے سے گریز کیا یہاں تک کہ قریش سختی اور مشقت میں مبتلا ہو گئے اور حضرت رسول خدا کی خدمت میں ایک خط لکھا اور ان سے اپنی

قربت کا اظہار کرتے ہوئے درخواست کی کہ ثمامہ کو لکھیں کہ وہ ہمارے لئے غلہ لے آئے چنانچہ رسول خدا نے ایسا ہی کیا(٦)

اس روایت سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں؛

ایک یہ کہ مسلمانوں نے مشرکوں کا اقتصادی محاصرہ کرر کھا تھ

دوسرے یہ کہ مسلمان، اہل مکہ کو غلہ فروخت کرنے کے لئے حضرت رسول اکرم کی اجازت ضروری سمجھتے تھے

اور تیسری بات یہ کہ جنگی دشمنوں کو غلہ فروخت کرنا اوران سے تجارتی ردوبدل کرنا جائز قرار دیا گیا ہے

مال وارد کرنے کی تشویق

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو اسلامی حکومت کے ولی و حاکم ہیں ایک دستور العمل صادر فرماتے ہیں جس کے مطابق ضروری اور بنیادی مال و اشیاء وارد کرنے والوں کو اہم امتیازات بخشتے ہیں اوران کے حق میں حکومت کے اوپر بڑی ذمہ داریاں عائد کرتے ہیں

١۔حکومت تاجروں کے نقصانات کا جبران کرے اس میں ان تمام چیزوں کی ضمانت کو شامل

سمجھنا چاہئے جو ان کے اختیارات سے باہر تلف ہو اور تباہ ہو جائے

۲۔ جب تک وہ محل فروش سے باہر نہ جائیں حکومت ان کے تمام مخارج پر داشت کرے

البتہ ان امتیازات کے مقرر کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تاجر اس سے غلط فائدہ اٹھائیں اور احتکار کریں، کہ روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا:

"من حمل الیناطعا ما فھو فی ضیافتنا حتّٰی یخرج و من ضاء له شئی فانا له ضامن ولا ینبغی فی سوقنا محتکر" (۷)

"جو شخص ہماری طرف غلہ لے کر آئے جب تک وہ (علاقہ سے) خارج نہ ہو ہمارا مہمان ہے اور اگر کسی کی کوئی چیز ضائع ہو جائے تو میں اس کی ضمانت لیتا ہوں اور سزاوار نہیں ہے کہ ہمارے بازار میں کوئی محتکر و ذخیرہ اندوز ہو"

مذکورہ بالا امتیازات کے علاوہ مالک اشتر کے عہد نامہ جسے ہم پہلے مقالہ میں ذکر کر آئے ہیں ،تاجروں اور صنعت کاروں سے متعلق چار دوسرے فریضے بھی حکومت پر عائد ہوتے ہیں

۱۔ ان کی راہوں اور گزرگاہوں کو پر امن بنان

۲۔ ان کے حقوق ادا کرن

۳۔ ان کے امور کی دیکھ ریکھ چاہے وہ دور ہوں یا نزدیک

۴۔ نیز حضرت امیر المومنین علیہ لسلام نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ ایک جگہ پر رہنے والے اور مستقل سفر کرنے والے تاجروں اور صنعت کار سے ان کی نصیحتیں اور نیک مشورے سنو اور انھیں نیکی اور بھلائی کی ہدایت کرو اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ:

الف) وہ منافع کے سرچشمہ ہیں

ب)معاشرہ کے رفاہ وآسائش کا ذریعہ ہیں

ج)یہ لوگ منافع اور اسباب رفاہ ،دور دراز کے علاقوں خطرناک جگہوں خشکی ، دریا،جنگلوں اور پہاڑی علاقوں سے شہروں میں وارد کرتے ہیں

درحقیقت یہوہ اہم امتیازات ہیں جو اسلام تاجروں اور صنعت گروں کو دیتا ہے ان کے علاوہ اسلام نے انھیں زمانہ جاہلیت کے رواج یعنی ٹیکس (۸) جو اہل کتاب سے اپنائے گئے تھے اور انھیں تاجروں سے وصولا جاتا تھا ،معاف کر دیا ٹیکس کا وصولنا حرام اور وصولنے والوں کی سخت مذمت کی جیسا کہ ان روایات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے جن کے بعض منابع کی طرف ہم آیندہ اشارہ کریں گے

تجارت پر ٹیکس

حدیث اور تاریخ کے جاننے والوں نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ وہ پہلا شخص جس نے تاجروں پر ٹیکس (مکس وعشر) مقرر کیا خلیفہ ؓ دوم عمر بن خطاب تھے جھنوں نے مسلمانوں سے ایک چوتھائی عشر ،کفار ذمی سے آدھا عشر اور ان مشرکوں سے جو ذمی نہیں تھے کامل عشر لیا۔(۹)اس قسم کا ٹیکس شہر میں مقیم تاجروں اور باہر سے مال لانے والوں سے لیا جاتا تھ

ابن السائب ابن یزید نے کہا:” میں خلیفہ عمر کے زمانہ میں مدینہ کے بازار پر منصوب کیا گیا

تھا اور ہم "نمط" سے ۱۰/۱، وصول کرتے تھے (۱۰) اس بنا پر "زیاد بن جدیر" سے نقل شدہ روایت جس میں وہ کہتے ہیں کہ "ہم کسی مسلمان اور کسی معاہد کافر (ذمی) سے عشر نہیں لیتے تھے، اور جب ان سے سوال کیا گیا: پس کن لوگوں سے عشر لیتے تھے؟ تو کہا:

" کافر حربی تاجروں سے، اسی طرح وصول کرتے تھے جیسے وہ ہم سے وصولا کرتے تھے جب ہم ان کے پاس جایا کرتے تھے" (۱۱) اس روایت کو خلیفہ عمر کے حکم۔ جس میں مسلمانوں، کفار ذمی اور کفار حربی سے عشر لینے کا دستور موجود ہے۔ کے پہلے کی روایت پر محمول کرنا چاہئے

البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ ہم یہ نہ کہیں کہ یہ روایت جعل شدہ ہے تا کہ پیغمبر کے حکم سے خلیفہ کی مخالفت کی توجیہ کریں کیوں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری صراحت اور سختی کے ساتھ مسلمان اور کافر ذمی سے عشر لینے سے منع فرمایا ہے (۱۲)

جیسا کہ عشار (عشر اصول کرنے والے) اور ٹیکس لینے والے کے سلسلہ میں بھی بہت زیادہ مذمت نقل ہوئی ہے (۱۳) اور حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل سے روکنے اور اسے باطل قرار دینے کا سبب یہ تھا کہ "لانہ کان من عمل الجاھلیۃ" (۱۴) وہ زمانہ جاہلیت کے اعمال میں سے تھا بلکہ جس طرح تحریف شدہ توریت اور انجیل جو اس وقت موجود ہیں بہت سے موارد میں اس کی صراحت کرتی ہیں اور مقریزی نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے (۱۵) کہ یہ عمل اہل کتاب سے اخذ کیا گیا ہے

محمد بن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے اس سوال کے

جواب میں کہ: کیا جزیہ کے علاوہ کوئی اور چیز بھی کافر ذمی کے اموال یا جانوروں میں سے لی جائے گی؟ فرمایا: نہیں (١٦) ، یوں ہی عشر لینے کی ممانعت کے سلسلہ میں بہت سے دلائل و شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں ہے

اب جب کہ ہم نے جان لیا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشری ،ٹیکس وصول کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے تو ہمارے لئے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن قدامہ سے نقل شدہ روایت صحیح نہیں ہے اس روایت میں آیا ہے کہ:

خلیفہ عمر نے "انس ابن ملک" کو کسی جگہ عشور کی وصولیابی کی نگرانی اور تصدیق کے لئے بھیجنا چاہا ،انس نے کہا: یا امیر! کیا مجھے ٹیکس وغیرہ کے سلسلہ میں منصوب فرما رہے ہیں؟ عمر نے کہا: میں نے تمھارے ذمہ وہ کام کیا ہے جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ذمہ کیا تھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشور کے معاملات میرے ذمہ کئے اور مجھ حکم دیا کہ مسلمانوں سے ایک چوتھائی عشر، کافر ذمی سے ادھا عشر اور حربی سے پورے عشر وصول کروں (١٧)

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت اس بات کی توجیہ کی نیت سے جعل کی گئی ہے کہ اگر چہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عشری ٹیکس (عشر اور مکس) وصول کرنے سے تاکید کے ساتھ مکرر طور پر منع کیا تھا اور اس ٹیکس کا وجود آنحضرت (ص) کے زمانہ میں اور خلافت ابوبکر کے عہد میں نیز ایک زمانہ تک عمر کی خلافت کے عہد میں بھی نہ تھا اس کے باوجود عمر نے ہی اسے وضع کیا اور اور مقرر کیا ہے

کیا حضرت علی نے اپنی خلافت کے زمانہ میں عشری ٹیکس وصول کیا؟

منقول ہے کہ: خلافت عثمان کے زمانہ میں فاحشہ اور بدکار عورتوں سے عشر وصول کیا جاتا تھا وہ ٹیکس حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے پاس لایا گیا اور آپ نے اسے واپس کر دیا (۱۸)

یہ بات اس سے زیادہ دلالت نہیں کرتی کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس خاص مورد میں عشر واپس کیا ہے اور ایسی کسی نص یا روایت کا وارد نہ ہونا جو اس پر دلالت کرے کہ حضرت علی علیہ السلام نے عشور کو رد کیا ہے یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت اسے قبول کرنے پر مجبور تھے کیوں کہ اس کا رد کرنا ان کے ممکن نہ تھا اور آپ اسے منسوخ نہیں کر سکتے تھے جس طرح سے خمس (۱۹) (پر پابندی) اور نماز تراویح (۲۰) کی ایجاد جس کی داغ بیل عمر نے ڈالی (۲۱) اور دوسرے مورد میں بھی حضرت علی علیہ السلام مخالفت نہیں کر سکتے تھے

اگر حضرت علی علیہ السلام نے عشر لینا لغو و منسوخ کر دیا ہوتا تو یہ حکم ہم تک نقل ہوا ہوتا کیوں کہ یہ ایک اہم بات تھی جسے نقل کرنے کی بہت سی وجہیں ہو سکتی تھیں لیکن واضح ہے کہ حتیٰ اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے مجبوراً اس سلسلہ میں سکوت اختیار کیا ہے جبکہ مذکورہ روایت اس سکوت پر بھی دلالت نہیں کرتی۔ اس کے باوجود اس عدم منسوخی سے یہ استفادہ نہیں کیا جا سکتا کہ عام حالات میں ٹیکس (عشر و مکس) جائز ہے۔ (۲۲)

ٹیکس، ضرورت کے تحت

ظاہر ہے کہ اگر ایسی ضرورت پیش آئے جس میں عشر یا اس سے کم یا زیادہ وصولنا لازم ہو جائے مثلاً جب کوئی دشمن حرث و نسل کو تباہ و برباد کرنے لئے حملہ آور ہو۔ جیسی کہ علامہ طباطبائی

نے مثال دے ہے۔ زبردست اور تباہ کن قحط پڑ جائے تو اسے فرض ومقرر کیا جا سکتا ہے البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ ضروری قوانین ومقررات زمان ومقدار کے اعتبار سے ضرورت کے زمانہ میں اس کی مقدار کے بقدر معین ہوتے ہیں اور ضرورت رفع ہوتے ہی انھیں اٹھالیا جانا چاہیئے۔

یہ مطلب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اس کلام سے استفادہ کیا جا سکتا ہے جس میں حضرت علیہ السلام نے مالک اشتر کے عہد نامہ میں انھیں خراج دینے والوں کے خراج میں تخفیف کرنے اوران سے خوش اسلوبی سے پیش آنے کی تاکید فرمائی ہے:

"معتمد فضل قوبهم، بما ذخرت عندهم، من اجمامك لهم، والثقة منهم بما عودتهم من عدلك عليهم، في رفقك بهم، فربما حدث من الامور ما اذا عولت فيه عليهم من بعد، احتملوه، طيبة انفسهم به، فان العمران محتمل ما حمّلته"(۲۳)

تمھارے حسن سلوک اور ہمیشہ کے عادلانہ طرز عمل سے ان کو تم پر جو اعتماد واطمینان پیدا ہوگا اور جسے ان (رعایا) کے پاس تم نے ذخیرہ کر رکھا ہے اس پر تکیہ کرو۔ چہ بسا ایسے حادثات پیش آئیں جن کے مشکلات کو حل کرنے کے لئے اگر تم ان پر اعتماد کرو اوران سے مدد طلب کور تو وہ خوشی خوشی اسے برداشت کر لے جائیں گے کیونکہ جس قدر تم ملک کو آباد کرو گے اسی قدر عوام پر بوجھ ڈال سکتے ہو۔۔۔

اور جو کچھ کتاب "دعائم الاسلام" میں آیا ہے اس عہد نامہ میں ارشاد ہوتا ہے: "۔۔۔رعایا کی زمینوں کو آباد کرنا، ان سے سہولت ونرمی کے ساتھ ٹیکس وصول کرنا، ان سے دوستی ومحبت کا

اظہار ان کی تعریف اور ان کے درمیان خیر و برکت کو فراوان کرنا، آنکھوں کے نور میں اضافہ کا پسندیدہ اور سزاوارتر اور یہ روش ان سے زور وز بردستی اور دباو※ کے ساتھ خراج وٹیکس وصول کرنے سے زیادہ تمھارے لئے مدد ومعاون ثابت ہوگی۔ کیونکہ تمھارا کام ایسا ہے جس میں تمھیں عوام کے اعتماد کی ضرورت ہے اس روش کے ذریعہ۔ اپنے طرز عمل سے جو ان کا اعتماد تم نے حاصل کیا وہ تمھارے کام آئے گا"۔

تم سے رعایا کی محبت ودوستی اور ان کی خوش بینی اور تمھارے عادلانہ ونرم برتاؤ کی وجہ سے ان کا تم پر اعتماد نیز ان کا تمھارے عذر اور تمھاری مشکلات سے باخبر ہونا، پیش آنے والے حوادث میں انھیں اتنی طاقت وتوان بخشتا ہے کہ جو بوجھ ان پر ڈالتے ہو وہ اسے جی جان سے برداشت کر لیتے ہیں کہ جس قدر تم ان کے ساتھ عدالت کا برتاؤ کروگے اسی قدر ان میں تحمل پیدا ہوگا۔

اس کے علاوہ بعض اہل تحقیق مندرجہ ذیل روایت کو ضرورت کے وقت ٹیکس (عشر کے بقدر یا اس سے کم یا زیادہ) وصول کرنے کے جواز پر دلیل جانتے ہیں:

"عن معاذ بن کثیر ،قال :سمعت ابا عبدالله علیه السلام یقول:موسع علیٰ شیعتنا :ان ینفقوا مما فی ایدیھم بالمعروف ،فاذا قام قائمنا حرم علیٰ کلّ ذی کنز کنزه، حتیٰ یاتیه به ،فیستعین به علیٰ عدوّه، و ھو قول الله عزوجل فی کتابه :(و الذین یکنزون الذھب و الفضة ولا ینفقو نھا فی سبیل الله ،فبشر ھم بعذاب الیم "(۲۴)

"معاذ بن کثیر سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا" ہمارے

شیعوں کے لئے آسان ہے کہ جو کچھ ان کے پاس ہے جائز راہ میں انفاق کریں جب ہمارا قائم ظہور کرے گا تو ہر صاحب دولت وخزانہ پر اس کی دولت اور خزانہ حرام کر دے گا یہاں تک کہ وہ دولت اس کے پاس لے جائیں۔ پس وہ اس دولت کو اپنے دشمنوں کے خلاف استعمال کرے گا اور یہی خداوند عزوجل اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ سونا چاندی اکٹھا کرتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں انفاق نہیں کرتے ہیں انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو"

یہاں ہم ایک اشارہ یہ کرتے ہیں کہ اس روایت میں یہ نکتہ بھی موجود ہے کہ حضرت امام زمانہ معجزاتی، غیر معمولی یا محیّر العقول طور سے دنیا پر غلبہ حاصل نہیں کریں گے بلکہ عام طریقہ اور معمولی طور پر دنیا کو زیر اقتدار لائیں گے۔ اس روایت سے یہ استفادہ ہوتا ہے۔ حضرت حجت وسیع پیمانہ پر جہاد ومبارزہ کا آغاز کریں گے اور وہ بھی اس حد تک کہ اس جہاد میں عام انسانوں کے جمع کئے ہوئے مال ودولت کی بھی ضرورت ہوگی۔

یوں ہی خراج وٹیکس کے جواز کے لئے اس روایت کو بھی دلیل قرار دیا جا سکتا ہے کہ چوپایوں اور غلاموں کے مالکوں نے عمر سے درخواست کی کہ ہم اپنے مال کا کچھ حصہ ادا کرنا چاہتے ہیں عمر نے حضرت علی علیہ السلام سے اس سلسلہ میں مشورہ کیا حضرت نے فرمایا:

"اما طابت انفسهم فحسن،ان لم يكن جزية يوٴخذبها من بعدك ،اوما بمعنىٰ ذالك" (۲۵)

"خود ان کی مرضی سے ہو تو بہتر ہے اگر جزیہ شمار نہ ہو اور تمھارے بعد وصولا نہ جائے یا اسی مضمون سے ملتا جلتا ارشاد"

یہ سب مسلمان اور کافر ذمی سے ٹیکس وخراج وصول کرنے سے متعلق ہے اب رہا کافر حربی اور معاہدہ شدہ کافروں کا مسئلہ تو ان کے ساتھ بالمثل برتاؤ اور کافر حربی کے خون و مال کی حرمت کا قائل نہ ہونا ہی ان سے ٹیکس وخراج وصول کرنے کے جواز کی دلیل بن سکتا ہے کہ یہاں اس سلسلہ میں بحث کی گنجائش نہیں ہے۔

---

۱)۔تاریخ یعقوبی ج/ ۲ ص/ ۲۰۳

۲)۔المبسوط سرخسی ج/ ۱۰ص/ ۹۲۔آثار الحرب فی التشریع الاسلامی ،ص ۵۲۲ واز شرح السیر الکبیر ج/ ۱ص/ ۷۰

۳)۔طبقات ابن سعد ج/ ۴ ص/ ۲۹۶

۴)۔اسد الغابہ ج/ ۲ ص/ ۲۸۳،مجمع الزواید ج/ ۴ص/ ۹۹۔الاصابۃ،ج/ ۲ ص/ ۱۰۴۔التراتیب الاداریۃ ج/ ۲ ص/ ۵۲و۵۳

۵)۔مجمع الزواید ج/ ۴ ص/ ۴۷۔سنن بیہقی ج/ ۹ ص/ ۹۱۔المجروحون ج/ ۱ص/ ۲۲۸ نیز ملاحظہ ہوالمحلی بن حزیم،ج/ ۷ ص/ ۲۹۰

۶)۔سنن بیہقی،ج/ ٦ ص/ ۳۱۹وج/ ۹ص/ ٦۵و٦٦ نقل از حفاری و مسلم،صحیح مسلم ج/ ۵ ص/ ۱۵۸۔آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی ،زحیلی ،ص/۵۲۱۔ صحیح بخاری ج/ ۳ص/۱۵۱و۵۲۔ اسد الغابہ ج/۱ص/ ۲۴۷۔الاستیعاب (مطبوعہ در حاشیہ الاصابہ ج/۱ص/ ۳۴۷)علام السائلین ص/ ۴۷۔ الرسالات النبویۃ ص/ ۳۲۴۔نصب الرایۃ

ج/ ۳ص/ ۳۹۱

۷)۔کنز العمال ج/ ۴ص/ ۵۵،حاکم کی تاریخ میان ابن عمرو سے نقل۔

۸)۔زمانہ جاہلیت میں دو طرف کے ٹیکس رائج تھے ایک عشور(۱/ ۱۰)اور دوسرا مکس جس کی تعریف وسائل ج/ ۱۱ص/ ۱۱۵اور اس کے حاشیہ میں از فروع کافی ج/ ۱ص/ ۱۶۱التھذیب ج/ ۱ص/ ۳۸۲من لایحضرہ الفقیہ ج/ ۱ص/ ۱۶میں بھی نقل ہے

۹)۔ملاحظہ ہو الخراج ابو یوسف ص/ ۱۴۵و۱۴۶و۱۴۷۔الخراج قرشی ص/ ۱۲۸و۱۲۹۔واسط فی العصر الاموی ص/ ۲۳۳بہت سے منابع سے جو اس کے حاشیہ میں ذکر ہیں النظم المالیۃ فی الاسلام ص/ ۱۰۹النظم المال فی الاسلام ص/ ۱۱۵۔الاموال ص/ ۷۰۷و۷۰۹و۷۱۱و۷۱۲و۷۱۳و۷۱۵تا آخری فصل ۔کنز العمال ج/ ۴ص/ ۳۲۷و۵۱۳و۵۱۵۔ الخطط مقریزی ج/ ۲ص/ ۱۲۲و۱۲۳۔المصنف عبد الرزاق ج/ ۱۰ص/ ۳۳۵۔نصب الرایۃ ج/ ۲ص/ ۳۶۹۔گزشتہ مأخذ اور اس کے حاشیہ میں شرح آثار طحاوی ص/ ۳۱۳،اور الآثار شبیانی ص/ ۴۸سے

۱۰)۔الاموال ص/ ۷۱۱۔الخطط مقریزی ج/ ۲ص/ ۱۲۱۔کنز العمال ج/ ۴ص/ ۳۲۸نقل از شافعی وابی عبید در الاموال

۱۱)۔ الخراج قرشی ص/ ۱۶۹،الاموال ،ص/ ۷۰۶و۷۰۸و۷۱۲و۷۱۳۔الخطط مقریزی ج/ ۲ص/ ۱۲۱،کنز العمال ج/ ۴ص/ ۳۲۷

۱۲)۔مسند احمد ج/ ۴ص/ ۲۱۸و۳۲۲نیز ج/ ۳ص/ ۴۷۴۔التراتیب الاداریہ

ج/ ا ص/ ۳۹۲۔سنن ابی داؤد ج/ ۳ص/۱۲۹و۱۷۰،الجامع الصحیح ترمذی ج/ ۳ص/ ۲۸۔نہایۃ ابن اثیر ج/ ا ص/ ۱۰۲۔الاموال ص/ ۷۰۳و۷۰۷، کنزالعمال ج/ ۴ص/ ۲۲۶و۲۲۷، از احمد ابوداؤد، ابن قانع، بغوی، بیہقی، ابن سعد، مکاتیب الرسول ج/ ا ص/ ۳۱۰وج/ ۲ص/ ۳۴۳و۳۴۸و۳۵۵و۳۵۶و۳۹۲،اور محقق توانا احمدی نے اپنی ایک تصنیف میں اسے المصنف بن ابی شیبۃ ج/ ۱۰ص/ ۸۷ سے نقل کیا ہے

۱۳)۔کنزالعمال ج/ ۳ص/ ۲۵۰، سنن دارمی ج/ ا ص/ ۳۹۳وج/ ۲ص/ ۱۸۰سنن ابی داؤد ج/ ۳ص/ ۱۳۳وج/ ۴ ص/ ۱۵۲، سنن ابن ماجہ ج/ ۲ص/ ۱۲۲۵، صحیح مسلم ج/ ۵،ص/ ۱۲۰، مسند احمد ج/ ۴ ،ص/ ۲۲و۳۴۱و۱۵۰و۱۰۹وج/ ۵،ص/ ۳۴۸،بحار الانوار ج/ ۸۲ص/ ۲۴۳و۳۴۸،از الخصال وامالی صدوق، وسائل ج/ ۱۲ص/ ۲۳۵

۱۴)۔الاموال،ص/ ۷۰۷و۷۱۳، نیز الخطط مقریزی ج/ ۲ص/ ۱۲۱

۱۵)۔الخطط ج/ ۲ص/ ۱۲۳نیز ملاحظہ ہوانجیل،سفر غیر انیسین ، اصحاح،توریت آخری سفر لاوتیین وقاموس الکتاب المقدس مادہ "عشر" اوراس کے مشتقات

۱۶) ۔وسائل ج/۱۱ص/ ۱۱۵ ،اور اس کے حاشیہ میں از فروع کافی ج/ا ص/ ۱۶۱، التہذیب ج/ ا ص/ ۳۸۲، من لایحضر الفقیہ ج/ ا ص/ ۱۶ میں بھی نقل ہے

۱۷)۔آثار الحرب فی الفقہ الاسلامی ص/ ۵۲۴و۵۲۵اوراس کے حاشیہ میں مغنی بن قدامہ ج/ ۸ص/ ۵۱۸ سے، مجمع الزوائد ج/ ۳ص/ ۷۰،نصب الرایہ ج/ ۲ص/ ۳۷۹

۱۸)۔اس روایت کو محقق عالی قدر شیخ علی احمدی نے مصنف ابن ابی شیبہ ج/۱۱ص/ ۱۱۴ سے نقل کیا ہے

۱۹)۔الاموال، ابی عبید ص/ ۶۳ ۴

۲۰)۔تر دیحتہ کی جمع بمعنی "نشست" جلسہ، ماہ رمضان کی راتوں میں چار رکعت نماز پڑھنے نیز چار رکعت نماز شب پڑھتے یا دو رکعتی مستحی نمازوں کے بعد جو رمضان المبارک کی راتوں میں نماز عشاء کے بعد پڑھتے ہیں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھنا اور چونکہ ہر چند رکعت کے بعد تھوڑی دیر کے لئے استراحت کرتے ہیں لہذا اسے اس نام سے یاد کیا گیا ہے۔

۲۱)۔ملاحظہ فرمائیں: کافی ج/۸،ص/۵۹و۶۹۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج/۱، ص/۲۶۹و ج/ ۲،ص/ ۲۸۳۔ الصراط المستقیم، ج/ ۳،ص/۲۶۔تخلیص الشافعی، ج/ ۴، ص/۵۸۔بحارالانوار طبع قدیم،ص/ ۲۸۴۔

۲۲)۔المیزان، ج/۹،ص/۴۰۸۔

۲۳) ۔نہج البلاغہ ،شرح عبدہ،ص/۱۰۷و۱۰۸، السعادۃ، ج/۹،ص/ ۹۴۔تحف العقول ص/۱۳۸، بحارالانوار طبع قدیم ج/۸،ص/۶۱۰۔

۲۴)۔سورہ توبہ، آیت ۳۴۔تفسیر نور الثقلین، ج/ ۲ص/ ۲۱۳۔کافی ،طبع ،آخوندی، ج/ ۴ ص/۶۱۔بحارالانوار، ج/ ۷۰ص/ ۱۴۳

۲۵)۔سنن دار قطنی ج/ ۲ص/۱۲۶و۱۳۷، الاموال ص/۶۳۰،مستدرک حاکم ،ج/۱ص/۴۰۰و۴۰۱، تلخیص مستدرک ذہبی سنن بیہقی ج/ ۴ص/۱۱۸و۱۱۹، مجمع الزوائد

ج/ ۳ص/ ٦٩، از احمد وطبرانی درالکبیر، مسند احمد ج/ا ص/ ۱۴، المصنف عبدالرزاق ج/ ۴ ص/ ۳۵ نصب الرایۃ ج/ ۲ ص/ ۳۵۸،اور کے حاشیہ بعض گزشتہ ماخذ اور طھاوی ص/ ۳۱۰ سے نقل کنزالعمال ج/٦ ص/ ۳۰۰ و ۳۰۱ بعض مذکورہ بالا ماخذ سے اور ابن خزیمہ سعید بن منصورابی یعلی (بظاہر) ابن جریروابن جوزی سے جامع المسانید میں

نگرانی اور جانچ پڑتال

نگرانی

وہ چیزیں جن کی اسلام، بازاراور تاجروں سے توقع رکھتا ہے نیز اسلامی احکام کی یہ خصوصیت کہ وہ مختلف حالات وشرائط پر محیط اور مال لین دین کے جزوی امورکوبھی اپنے دامن میں لئے ہوئے ہےں اوران امور کے اجرا کے سلسلہ میں حکومت کے ذمہ داریوں کے پیش نظر (حکومت کی طرف سے) ہوشیاری کے ساتھ وسیع پیمانے پر نگرانی اور دقیق کنٹرول کی

ضرورت کا احساس ہوتا ہے جو مسلمان حاکم کو قوانین کے اجراء اور مقاصد و توقعات تک پہنچنے پر قادر بنائے اور وہ پوری سرگرمی سے اپنے تعمیری اور نتیجہ بخش فرائض انجام دے

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ اس نگرانی اور دیکھ بھال کے چند پہلو ہیں، ان میں سب سے پہلی جہت ۔جیسا کہ ہم ابتدا میں بحث کر آئے ہیں ۔ دینے درونی اور ذاتی کنٹرول اور ذمہ داری سے فائدہ اٹھانا تھا اور یہ جو تاریخ میں آیا ہے کہ مسلمانوں کے حاکم حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ہمیشہ بازار میں حاضر ہوتے اور بازار، بازار گھوم کر تاجروں کو پند ونصیحت فرماتے اور انھیں ان کے فرائض یاد دلاتے تھے اسے ہم باطنی نگرانی اور دیکھ بھال سے فائدہ اٹھانے کی راہ میں کئے جانے والے اقدامات کہہ سکتے ہیں

زمخشری کہتا ہے کہ: ایک روز حضرت علی علیہ السلام قصابوں کے مجمع میں کھڑے ان سے فرما رہے تھے: اے قصابو! جو شخص گوسفند کی کھال میں ہوا بھرے ہم میں سے نہیں ہے(۱)

امیر المومنین علی علیہ السلام ہر روز بڑے سوارے ہی جب کہ آپ کا تازیانہ آپ کے دوش پر ہوتا کوفہ کے ایک ایک بازار میں گھومتے لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے اور انھیں ان کے فرائض سے آگاہ کرتے تھے اس کے بعد واپس آتے تھے اور لوگوں کے دوسرے مسائل سلجھانے میں مشغول ہوجاتے تھے بعض مآخذ میں اس روایت میں اتنا اضافہ ملتا ہے کہ جب اہل بازار ان کو دیکھتے تھے تو کاموں سے اپنے ہاتھ کھینچ لیتے تھے کان ان کی طرف متوجہ کئے رہتے تھے اور نگاہیں، ان پر جمائے رہتے تھے تاکہ ان کی بات پوری ہوجائے جب ان کا کلام تمام ہوجاتا تو کہتے تھے اے امیر المومنین ہم نے سن لیا اور اطاعت کرتے ہیں ۔(۲)

حضرت مختلف بازاروں مثلا خرمہ کے بازار، اونٹوں کے بازار، کپڑا فروشوں کے بازار، مچھلی بازاراور دوسرے بازاروں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کوخدا سے ڈرنے صبر وتحمل سے کام لینے جھوٹ اور قسم کھانے اور لین دین میں اسے آسا نسمجھنے سے پرہیز کرنے اپنا حق لینے اور دوسروں کوان کا حق دینے ناپ تول کامل کرنے لین دین میں نیکی برتنے اور یہ کہ لوگوں کے مال کواس کی قیمت سے گرانہ دینے اور گوسفند کی کھال میں ہوانہ بھرنے کاحکم دیتے تھے (۳)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کام سے صرف نظر کر لیتے اور چند روز لوگوں آزاد چھوڑ دیتے تھےاوراس کے بعد دوبارہ پلٹتے اوراپنے اقدام کی تکرار کرتے تھے(۴)

بازار پر نگرانی کا دوسرا پہلو بازاروں میں گشت لگانے اور (احکام وقوانین کی) ہرطرح کی خلاف ورزی یا ہرطرح کی ظلم وزیادتی کو دیکھتے ہی اس کے خلاف اقدام اور دخل اندازی سے متعلق تھا اس قسم کی نگرانی اور کنٹرول کی بہت سی مثالیں ہیں کہ ہم نے اس بحث میں اس کا ایک بڑا حصہ نقل کیا ہے مثلا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ہشام کوسایہ میں اپنا مال فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو انھیں اندھیرے میں مال فروخت کرنے سے منع کر دیا مثلا حضرت رسول خدا (ص) نے ایک تاجر کوحکم دیا کہ اپنا مال بازار کی ابتدائی جگہ پرفروخت کرے یا جیسے حضرت علی علیہ السلام نے قصہ بیان کرنے والے کومسجد سے باہر نکال دیا، یا جب رسول خدا (ص) نے ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کے پاس سے گزرے توحکم دیا کہ ان کا احتکار شدہ مال بازار میں لے جائیں (اور فروخت کے لئے لگائیں) یا مثلا حضرت علی علیہ السلام

نے ان تمام گھروں اور دکانوں کو ویران کر دیا جو بازار کی جگہ بنائی گئی تھی اور احتکار شدہ انبار کو آگ لگا دی نیز وہ روایت جو آگے نقل ہو گی کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے اناج کے ایک تھیلے میں اپنا ہاتھ داخل کر دیا تا کہ اس میں ملاوٹ کی ہوئی چیز باہر نکال لیں یا اسی جیسی دوسری مثالیں جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں ہے اس کے باوجود ہم یہاں چند واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہیں

مظلوم و کمزور کا حق حاصل کرنا

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں حضرت علی علیہ السلام ہر روز ایک ایک بازار کا معائنہ کیا کرتے تھے اور ایک بار آپ نے ایک کنیز کو دیکھا کہ اس نے جو خرما خریدا تھا اس کے مالک نے نا پسند کیا اور بیچنے والا بھی اسے واپس نہیں لے رہا تھا لہٰذا وہ رو رہی تھی حضرت نے خرما فروش سے یہ وضاحت کرتے ہوئے کہ منیز کسی دوسرے کی خادمہ ہے اور خود کوئی اختیار نہیں رکھتی ،اسے خرما واپس لے لینے کا حکم دیا لیکن خرما فروش نہ مانا اور اس نے حضرت کو پیچھے ڈھکیل دیا لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ جسے دھکا دیا وہ حضرت امیر المومنین ہیں تو خرما واپس لے لیا اور کنیز کا درہم اسے پلٹا دی

ایک دوسری روایت کے مطابق:

"انہ لما سأل (علیہ السلام) المرأۃ لیس تخاصم ذالک التمار عن شأنھا ،قالت: یا امیر المومنین ، اشتریت من ھذا تمرا بدرھم ،وخرج اشغلہ ردیا ،ولیس مثل الذی رأیت قال: فقال: رد علیھا فأبیٰ ،حتیٰ قالھا ثلاثا ،فعلاہ بالدرۃ حتیٰ ردعلیھا ،وکان یکرہ ان یجلل التمر "(۵)

یعنی:۔"جب حضرت علی علیہ السلام نے اس عورت سے جو خرما فروش سے جھگڑ رہی تھی نغیہ دریافت کیا تو اس نے کہا: اے امیر المومنین میں نے اس شخص سے ایک درہم میں خرما خریدا نیچے کے خرمے خراب تھے اور ان خرموں کے مانند نہیں تھے جنھیں میں نے دیکھا تھا" امام نے خرما فروش کو حکم دیا کہ "واپس لے لو" وہ نہیں مانا۔امام نے تین مرتبہ حکم دیا اور اس نے لے لیا۔حضرت کو یہ برا لگتا تھا کہ اچھے خرمے اوپر اور خراب خرمے نیچے رکھے جائیں۔

۲۔نگرانی اور دیکھ بھال کے ضمن میں تعلیم بھی امیر المومنین علیہ السلام بازار میں داخل ہوئے اور فرمایا: اے قصابو! تم میں سے جو بھی گوسفند کے اندر ہوا بھرے ہم میں سے نہیں ہے" ایک شخص جس کی پیٹھ حضرت کی طرف تھی بولا "اس کی قسم جو سات پردوں میں پوشیدہ ہے، ہرگز "نہیں" امام نے اس کی پیٹھ پر مارتے ہوئے فرمایا: "اے قصاب کون سات پردوں میں چھپا ہوا ہے؟!" اس نے کہا "اے امیر المومنین، پروردگار عالم" فرمایا: تیری ماں سوگ میں بیٹھے، تجھ سے بھول ہوئی ہے خدا اور اس کی خلقت کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔۔۔" یہاں تک کہ روایت میں آیا ہے: اس شخص نے اپنی اس قَسَم کے کفارے کے بارے میں امام سے دریافت کیا تو امام نے فرمایا: اس نے اپنے پروردگار کی قَسَم نہیں کھائی ہے۔(٦)

۳۔کاموں کی دیکھ بھال کے ضمن میں فرامین بھی

فرمایا: اے درزی! پسر مردہ مائیں تیرے سوگ میں بیٹھیں، مضبوط سلو، ٹانکے اچھے لو اور گھنی سلائی کرو کہ میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے" خداوند عالم قیامت

کے دن خیانت کرنے والے درزی کواس عالم میں اٹھائے گا کہ وہ لباس جواس نے دنیا میں سلا ہےاوراس میں خیانت کی ہےاس کےتن پر ہوگا" باقی بچے ہوئے کپڑے کےٹکڑوں سے پرہیز کروکہ لباس کا مالک اس کا زیادہ حق دار ہے۔انھیں اپنے لئےمحفوظ نہ رکھوتا کہ بعد میں انھیں بارسوخ افرادکو(جوکپڑا کم لائے ہیں)دے دواوراس کےعوض ان سے بہترین اجرت وانعام حاصل کرو۔(۷)

۴۔بازار میں حضرت علی علیہ السلام کے کام

رایت میں ہے کہ حضرت تنہا بازاروں میں تشریف لے جاتے

۔اورگم شدہ افرادکی رہنمائی کرتے تھے

۔کھوئے ہوئے افرادکوتلاش کرتے تھے

۔کمزوروں کی مدد کرتے تھے۔اورایک دوسری روایت میں ہے کہ: بار اٹھانے میں سامان ڈھونے والوں کی مدد کرتے تھے مال بیچنے والوں کی طرف سے گزرتے اوران کے سامنے قرآن کھول کراس آیت کی تلاوت فرماتے تھے:

"تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوّاً في الارض ولا فساداً" (۸)

"ہم آخرت کا گھران لوگوں کے لئے قرار دیں گے جوزمین میں بُرے بننے اورفساد پھیلانے کاارادہ نہ رکھتے ہوں"

بعض روایات میں آیاہے کہ حضرت فرماتے تھے:

یہ آیت حکام اوراہل اقتدا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۹)

نیز حضرت نے ایک شخص سے جو اپنا سال لئے ہوئے اسے فروخت کرنا چاہتا تھا فرمایا:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم السماحة من الرّباح و حسب نص آخر: السماحة وجه من الرباح" (۱۰)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاملہ (مول بھاؤ) کرنے میں نرمی سے کام لینا منافع میں سے ہے (نفع بخش ہے) اور ایک دوسری روایت کے مطابق: تجارت و معاملہ کرنے میں سہولت و نرمی نفع بخش چیزوں میں سے ایک ہے۔

ملاوٹ اور دھوکہ دھڑی کی جانچ

"وقد روی: ان الرسول الاکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مر بصرّة طعام، فادخل یدہ فیھا، فنال---ت بللاً، فقال: ما ھذا یا صاحب الطعام؟ فقال: اصابته السماء (۱۱) یا رسول اللہ فقال: افلا جعلته فوق الطعام کی یراہ الناس؟ من غش، فلیس منا" (۱۲)

"روایت ہے کہ حضرت رسول خدا (ص) ایک جگہ سے گزر رہے تھے وہاں گیہوں کے کچھ تھیلے پڑے ہوئے تھے حضرت نے ان میں ایک میں ہاتھ ڈالا تو کچھ گیہوں نم تھے آپ نے گیہوں کے مالک سے پوچھا یہ نمی کیسی ہے؟ اس نے کہا: یارسول اللہ اس پر پانی برس گیا ہے فرمایا: تم نے اسے اوپر کیوں نہیں رکھا تا کہ لوگ اسے دیکھیں؟ جو تجارت میں دھوکہ سے کام لیتا ہے ہم سے نہیں ہے"

ایک دوسری روایت میں آیا ہے:

"انه (ص) مدیدہ الی سیرة طعام فائخرج طعاما ردیا فقال لصاحب

الطعام ،ما اراك الا وقد جمعت خيانة و منشاء للمسلمين" (۱۳)
" آنحضرت (ص) نے گیہوں کے ایک تھیلے میں ہاتھ ڈال کر کچھ گیہوں باہر نکالے اور اس کے مالک سے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم مسلمانوں کے ساتھ خیانت اور تجارت میں ملاوٹ اور دھوکہ کے مرتکب ہوئے ہو"
ان دو روایتوں سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا حاکم مال کے مالک کی مرضی کی رعایت کے بغیر اچانک جانچ پڑتال کرسکتا ہے یوں ہی اس روایت میں یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ آنحضرت مال میں ملاوٹ اور جعل سازی سے کام لینے والے کو مسلمانوں سے خیانت کرنے والا جانتے ہیں اور یہ ملاوٹ و جعل سازی سے الگ ایک جرم ہے جسے ممنوع و مردود قرار دیا گیا ہے۔ چاہے یہ جرم صرف اسی حد تک کیوں نہ ہو کہ بارش میں بھیگا ہوا مال خشک مال کے نیچے رکھ کر بیچا جائے۔

اچھے مال میں خراب مال ملانا

ایک دوسری روایت خراب اور ناپسند چیز کو اچھی اور مرغوب چیز میں ملانے سے منع کرتی ہے اور اس سے روکتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمدہ و مرغوب جنس الگ ہو اور گھٹیا و ناپسند جنس الگ اور دونوں الگ الگ بیچی جائیں۔
حضرت رسول اکرم ایک شخص کے پاس سے گزرے جس نے اچھے اور خراب گیہوں ملا کر بیچنے کے لئے لگا رکھے تھے۔ آپ نے اس سے فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا ہے اس نے عرض

کی میں چاہتا تھا بک جائے پیغمبر اکرم (ص) نے اس سے فرمایا: ان دونوں کو جدا کرو ہمارے دین میں دھوکہ و ملاوٹ نہیں ہے۔" ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا اسے الگ اور اسے الگ بیچو" (۱۴)

"و سائل (صلی الله علیه وآله وسلم) رجلا یبیع طعاما ،فقال : یا صاحب الطعام، اسفل هذا مثلا علاه؟ قال نعم یا رسول الله فقال (صلی الله علیه وآله وسلم) : من غش المسلمین، فلیس منهم" (۱۵)

نیز حضرت نے ایک گیہوں فروش سے دریافت کیا، اے گیہوں والے! کیا اس کے نیچے کا حصّہ بھی اوپر والے حصّہ کے مانند ہے؟

اس نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ" تو آپ نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ کرے وہ ان میں سے نہیں ہے"

مذکورہ باتوں سے تین مطلب واضح ہوتے ہیں۔

۱۔جانچ پڑتال جائز ہے چاہے بیچنے والا اجازت نہ دے

۲۔ضروری ہے کہ گھٹیا اور غیر مرغوب مال خریدار کی نگاہوں کے سامنے رہے، اچھے مال کے نیچے چھپایا نہ جائے۔

۳۔مرغوب اور عمدہ جنس غیر مرغوب جنس سے الگ کی جائے باہم ملائی نہ جائے کیونکہ اچھی اور گھٹیا جنس کا مخلوط کردینا بھی ایک طرح کا دھوکا اور خیانت ہے۔

بنابراین آجکل یہ تاجر جو حرکتیں انجام دے رہے ہیں اور اچھا مال الگ کر کے لوگوں کی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہیں اور گھٹیا مال اس کے نیچے رکھتے ہیں یہ اسلامی قوانین کے سراسر

خلاف ہے

جانوروں کے ذبح پر نگرانی اور خلاف ورزی پر سزا

بازار پر نگرانی کے ذیل میں ہم پہلے عرض کر آئے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام بازاروں میں گشت کرتے ہوئے قصابوں کو گوسفند میں ہوا بھرنے سے منع فرماتے تھے اور اس سے اہم یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ، اہواز میں اپنی طرف سے منصوب قاضی "رفاعہ بن شداد کو لکھتے ہیں

"اور قصابوں کو حکم دو کہ اچھے طریقہ سے (یعنی ذبح کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے) جانور ذبح کریں۔ پس اگر ذبح کے وقت کوئی ضروری مقدار سے زیادہ کاٹ دے تو اسے سزا دو اور ذبیحہ کو کتوں کے آگے ڈال دو"۔(۱۶)

چنانچہ ابوسعید سے بھی ایک روایت ہے کہ پیغمبر اکرم ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو کھال اتار رہا تھا اور اس میں ہوا بھر رہا تھا آنحضرت نے فرمایا: جو ہمارے ساتھ دھوکہ کرے اور (جانور کے بدن سے کھال جدا کرنے کے لئے) بغیر ہاتھ دھلے ہوئے اس کی کھال میں ہاتھ ڈال دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(۱۷)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کئے ہوئے جانور کی کھال میں ہوا بھرنے سے روکنے کے لئے باقاعدہ اس کی نگرانی ہوتی تھی اور پیغمبر اکرم جن لوگوں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھتے تھے انھیں منع کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت کے فرامین و دستورات کی اطاعت کی جاتی تھی کیونکہ یہ حکم اس پیغمبر کی جانب سے ہوتے تھے جسے لوگ پیغمبر مانتے تھے اور ہر ہو

حاکم سے زیادہ اس کے احکام پر عمل ضروری سمجھتے تھے، جیسا کہ پہلی حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ذبح کے وقت حیوان کے جو اعضاء نہ کٹنے چاہئیں ان سے روکنے کے لئے نگرانی کی جائے۔ یہ نگرانی اور دیکھ بھال ضروری ہے تا کہ خلاف ورزی کرنے والے کوسزا ملے اور جو جانور غلط ذبح ہوا ہے کتوں کے سامنے ڈال دیا جائے۔

نیکی کا نمونہ

چونکہ بازار ایسی جگہ ہے جہاں انسان مال و دولت اور اسے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی فکر میں رہتا ہے دنیا اس کے ہوش وحواس پر مسلط رہتی ہے اور وہ تجارت کے منافع کے نام سے دوسروں کے اموال پر قبضہ کرنے کے امکانات پر غور کرتا رہتا ہے یہ ساری چیزیں انسان کی قدر و قیمت کو گھٹا دیتی ہیں اور انسانی شعور وعطوفت کوکم کر دیتی ہیں۔۔۔

اسی لئے ایسی جگہ پر خدا سے ارتباط اور اس کا ذکر ایک ایسی ضرورت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور یہ اس بنا پر ہے کہ انسان اس گندی فضا سے متاثر نہ ہو، ایسی فضا جو انسان کو تاجر سے فاجر (غلط کار) بنا سکتی ہے اور فاجر کی جگہ جہنم ہے۔

بازا کی مذمت میں دوسری روایتیں بھی وارد ہوئی ہیں: (۱۸)

ان ہی میں پیغمبر اکرم سے ایک روایت نقل ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین کی بدترین جگہیں اس کے بازار ہیں۔ بازار ابلیس کی جولان گاہ ہے کہ صبح وہ وہاں اپنے پرچم کے ساتھ آتا ہے، اپنا تخت لگاتا ہے اور اپنے فرزندوں کو (چاروں طرف) روانہ کرتا ہے (جن کے ذمہ یہ کام ہوتے ہیں) کم فروشی، ناپ تول میں چوری یا اپنے مال کے بارہ میں جھوٹ بولنا

وغیرہ(۱۹)

اس لئے خدا سے ارتباط کو باقی رکھنے کا مختلف طریقہ سے اہتمام کیا گیا ہے مثلا بازاروں میں خدا کے ذکراوراس کی تسبیح کا استحباب کے ذریعہ حکم، اوراجروثواب کا وعدہ جو خداوند عالم نے بازاروں میں زیادہ سے زیادہ ذکر خدا کے عوض کیا ہے۔(۲۰)اور تین بار تکبیر کہنے اور خرید کے موقع (۲۱) پر منقول دعائیں پڑھنے کا استحباب اور بازار(۲۲) و دوکان (۲۳) میں داخل ہوتے وقت منقول دعائیں پڑھنے کا استحباب ہے۔ان مواقع پر نقل شدہ دعاؤں اور بازاروں میں گشت کے وقت حضرت امیر المومنین کے وعظ و نصیحت نیز دستورات کو اگر دیکھئے توان میں گہرا ربط نظر آتا ہے۔

لہذا ہم یہ تجویز پیش کرتے کہ حکومت کے ذمہ دار افراد ایسے اقدامات کریں کہ یہ دعائیں تاجروں اورسوداگروں کے درمیان شائع ہوں اوران لوگوں میں انھیں پڑھنے کا شوق پیدا ہو۔اس کے علاوہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی تاسی کرتے ہوئے بازاروں میں ایسے افرادروانہ کریں جو اہل بازارکو پند و نصیحت کریں اوران کے سامنے وہ مطالب و امور و دستور بیان کریں جنھیں حضرت امیر المومنین بازاروں میں بیان کیا کرتے تھے۔یہ اقدام لوگوں پر مثبت اثر مرتب کرسکتا ہے اوراہل بازار پر مرتب ہونے والے بازار کے منفی اثرات کو کم کرسکتا ہے۔

---

۱)۔ربیع الابرار ج/ ۲ ص/ ۵۴۹

۲۔۳)۔امالی مفید ص/ ۱۹۷و۱۹۸،تحف العقول ص/۲۱۶،کافی ج/ ۵ ص/ ۱۵۱، بحار الانوار ج/ ۴۱ ص/ ۱۰۴و۱۰۵و۱۶۱ الوسائل ج/ ۵۷ ص/ ۵۴ ج/ ۱۰۰ ص/ ۹۳و۹۴و۱۰۲، مستدرک ج/ ۲ ص/ ۴۱۲و۴۶۳، امالی صدوق، ص/ ۴۴۷، انساب اشراف تحقیق محمودی ج/ ۲ ص/ ۱۳۹و۱۴۰، الغارات ج/ ۱ ص/ ۱۰۵و۱۰۶و۱۱۰و۱۱۲و۱۱۴۔طبقات ابن سعد ج/ ۳ ص/ ۲۸و۲۹، زندگانی امام علی ابن ابی طالب از کتاب تاریخ دمشق، تحقیق محمودی ،ج/ ۳ ص/ ۵۰ و۱۹۲ و ۱۹۴ و ۱۹۵، اور اسی کے حاشیہ پر ازقوت القلوت ج/ ۱ ص/ ۵۵۵، اور تاریخ کبیر بخاری ج/ ۴ حصہ/ ۱ ص/ ۱۳۲ سے نقل ہے، ملحقات احقاق الحق ،ج/ ۸ ص/ ۵۷۲و۶۶۳ (الریاض النضرۃ اور دوسرے مأخذ سے) وسائل ج/ ۲ ص/ ۲۸۲، من لایحضرہ الفقیہ ج/ ۳ ص/ ۱۹۳، و۱۹۴، المحاسن ص/ ۷۷۴، کنزل العمال ج/ ۱۵ ص/ ۱۶۳و۱۶۴ نقل از ابن راہویہ احمد (الزھدیہ) عبد بن حمید بن عساکر و از بخاری و مسلم سفینۃ البحار ج/ ۱ ص/ ۱۲۰و۱۲۱، الترتیب الاداریۃ ج/ ۱ ص/ ۲۹۰، از عبد بن حمید الاصناف فی العصر العیاسی ص/ ۱۴۰و۱۴۱، البدایۃ ونھایۃ ج/ ۸ ص/ ۳و۴، المناقب خوارزمی ص/ ۷۰، التھذیب طوسی ج/ ۷ ص/ ۶، الاستیعاب مطبوعہ برحاشیہ الاصابہ ج/ ۳ ص/ ۴۹، اخبار القضاۃ وکیع ج/ ۲ ص/ ۱۹۲، تذکرۃ الخواص ،ص/ ۱۱۶، حیاۃ الصحابہ ج/ ۲ ص/ ۶۲۴و۶۲۵، منتخب کنز العمال مطبوعہ بر حاشیہ مسند احمد ج/ ۵ ص ۵۷

۴)۔بحارالانوار ج/۱۰۰ص/۱۰۲،الغارات ج/۱ص/۱۱۰ زندگانی امام علی علیہ السلام از تاریخ دمشق تحقیق محمودی ج/۳ص/۵۰،ملحقات احقاق الحق/۸ص/۶۳۴و۶۶۳،ارجح المطالب مطبوعہ لاہور ص/۱۵۱ سے نقل نیز گزشتہ صفحہ کے حاشیہ پر مندرج ماخذ کی طرف بھی رجوع کریں البدیۃ النھایۃ ،ج/۸ص/۴؛مناقب خوارزمی ص/۷۰ ،کنزالعمال ج/۱۵،ص/۱۶۳۔الترتیب الاداریہ ج/۱ص/۲۹۰ میں عبد بن حمید سے زندگانی امام علی علیہ السلام از کتاب تاریخ دمشق تحقیق محمودی ج/۳ص/۱۹۴و۱۹۵،حیاۃ الصحابہ ج/۲ص/۲۲۵ منتخب کنزالعمال مطبوعہ پرحاشیہ مسند احمد ج/۵ص/۵۷

۵)۔کافی،ج/۵،ص/۲۳۰۔من لایحضرہ الفقیہ،ج/۱۷۲۔وسائل،ج/۱۲،ص/۴۱۹

۶)۔الغارات،ج/۱،ص/۱۱۲۔اور گوسفند میں ہوا بھرنے کی ممانعت کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو: بحارالانوار ج/۸۰،ص/۱۰۲ کنز العمال،ج/۴،ص/۸۹۔نقل از عبدالرزاق،اور بعض مأخذوں نے اس مطلب کو وہاں نقل کیا ہے جہاں امام سے تعلق بازاروں میں نگرانی کے لئے گھومنے کی بات بیان ہوتی ہے۔

۷)۔المستطرف ،ج/۲،ص/۵۵و۵۶۔ربیع الابرار،ج/۲،ص/۵۳۶و۵۳۷۔تنبیہ الخواطر ،ص/۴۲۔مستدرک الوسائل، ج/۲،ص/۴۷۲۔الاصناف فی العصر العباسی،ص/۱۰۳ ازالمستطرف۔تذکرۃ الخواص،ص/۱۱۶و۱۱۷

۸)۔سورہ قصص/۸۳

۹)۔ کنزالعمال ج/۱۵ص/۱۷۰،از ابن عساکر اور ملاحظہ ہو البدایہ والنھایہ

ج/۸ص/۵،الاصناف ص/۱۴۰تذکرۃ الخواص ص/۱۱۶،الحیاۃ الصحابہ ج/۲ص/۶۲۴،منتخب کنز العمال (طبع برحاشیہ مسند احمد ج/۵ص/۵۶)

۱۰)۔من لایحضرہ الفقیہ ج/۳ص/۱۹۲،وسائل الشیعہ ج/۱۲ص/۲۸۸

۱۱)۔بارش

۱۲)۔الاصناف ص/۱۳۹، از آداب الحسبۃص/۴،التراتیب الاداریہ ج/۱ص/۲۸۴و۲۸۵،از صحیح ترمذی ،نظام الحکم فی الشریعۃ ولتاریخ (السلطۃ القضائیہ)ص/۵۹۰،سنن ابن ماجہ، ج/۲ ص/۷۴۰، سنن ابی داؤد ج/۳ص/۲۷۲،مصابیح السنۃ ج/۲ص/۷، مجمع الزوائد ج/۴ص/۷۹ ،وفاء الوفا ج/۲ص/۷۵۶،ازابن زبالہ وابی داؤد

۱۳)۔ وسائل ج/۱۲ ص/۲۰۹و۲۱۰،کافی ج/۵ص/۱۶۱،سنن دارمی ج/۲ص/۲۴۸مجمع الزوائد ج/۴ص/۷۸و۷۹،ربیع الابرار

۱۴)۔کنز العمال،ج/۴،ص/۱۹۰ازعبدالرزاق۔مجمع الزوائد،ج/۴،ص/۷۸

۱۵)۔مجمع الزوائد،ج/۴،ص/۷۹۔"من غشنا فلیس منا" کی عبارت واقعہ کے ذکر کے بغیر بھی دوسرے ماخذ میں آئی ہے نمونہ کے طور پر ملاحظہ ہو کشف الاستار عن مسند البزار ج/۱،ص/۲۸۔مجمع الزوائد،ج/۲،ص/۲۸۔

۱۶)۔دعائم الاسلام،ج/۲،ص/۱۷۶۔نہج السعادۃ،ج/۵،ص/۳۱

۱۷)۔کنز العمال،ج/۱۵،ص/۱۶۰۔نقل ازابن عساکر

۱۸)۔وسائل ج/ ۱۲،ص/ ۲۸۵۔من لایحضرہ الفقیہ،ج/ ۳،ص/ ۱۹۴۔ مجمع الزوائد ،ج/ ۴،ص/ ۷۶و ۷۷،چند مآخذ سے نقل۔ بحار الانوار ،ج/ ۱۰۰،ص/ ۹۷و ۹۸، ۱۰۳۔عوال اللئالی،ج/ ۳،ص/ ۲۰۳۔کشف الاستارعن مسندالبزار،ج/ ۱،ص/ ۲۰۶

۱۹)۔من لا یحضرہ الفقیہ ،ج/ ۳،ص/ ۱۹۹۔وسائل ج/ ۱۲،ص/ ۳۴۴و ج/ ۳،ص/ ۵۵۳، ۵۵۴

۲۰)۔وسائل ،ج/ ۱۲،ص/ ۳۰۳۔من لایحضرہ الفقیہ ،ج/ ۳،ص/ ۱۹۹و ۲۰۰۔محاسن ص/ ۲۰۰ومجالس ص/ ۳۶۱۔بحارالانوار ج/ ۹۰،ص/ ۱۵۴و ج/ ۱۰،ص/ ۹۲ و ج/ ۱۰۰، ص/ ۹۶و۹۷و۱۰۲۔مستدرک الوسائل ج/ ۲،ص/ ۴۶۷

۲۱)۔من لایحضرہ الفقیہ،ج/ ۳،ص/ ۲۰۰و۲۰۱۔وسائل ج/ ۱۲،ص/ ۳۰۴و۳۰۵نیز اس کے حاشیہ پر کئی مآخذ نقل ہیں

۲۲)۔وسائل ج/ ۱۲،ص/ ۳۰۱و۳۰۲نیز اس کے حاشیہ کے مآخذ۔مجمع الزوائد ج/ ۴،ص/ ۷۷و۷۸عوالی اللئالی ج/ ۳ ص/ ۲۰۴،بحار ج/ ۱۰۰ص/ ۹۱و۹۶تا ۹۸مسدرک الوسائل ج/ ۲ص/ ۴۶۶و۴۶۷

۲۳)۔بحارالانوار،ج/ ۱۰۰،ص/ ۹۳۔

بازار اسلامی حکومت کے سایہ میں

بازار اسلامی میں نگراں کا وجود

نگرانی اور نگراں

گزشتہ باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ بازار کی نقل حرکت پر تسلط اور کنٹروں کے سلسلہ میں، خاص طور سے اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ تاجروں کا طبقہ حکومت اور اسلامی معاشرہ کے ثبات اور اس کی ترقی کی راہ میں اہم کردار ادا کرتا ہے، حکومت اور مسلمان حاکم پر بہت بڑی ذمہ داری

عائد ہوتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ذمہ داریاں مختلف جہتوں میں اور متعدد موارد میں ہوتی ہیں اوران کی بھی بہت سی شاخیں ہیں۔ان ذمہ داریوں اور فرائض کا وجود فطری طور پر دقیق اور ہوشیار نگرانی کا تقاضا کرتا ہے جو تمام تجارتی نقل وحرکت پر کنٹرول حاصل کرے اور ہر سطح اور ہر میدان میں ہر طرح کی قانون شکنی وغلط کاری کو روکنے کے لئے حکومت کی دخل اندازی کو ممکن بنائے۔

چنانچہ ان فرائض کی ادائیگی کے لئے ایسے ذمہ دار افراد کی ضرورت ہے جو بازار کی نگرانی اور اس پر کنٹرول کی سرپرستی کرسکیں اور انھیں عملی اقدام کا اختیار بھی حاصل ہو اسلام میں اس بارہ میں خاموشی سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ جیسا کہ آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔اس سلسلہ میں بڑا اہتمام کیا ہے، بازار پر ایک مامور رکھا گیا ہے جو بازار کے امور ذمہ دار اور سرپرست ہوتا تھا اسے اختیارات بھی حاصل تھے اور وہ عملی طور پر اقدام ونفاذ کی طاقت بھی رکھتا تھا۔

بازار کا سرپرست

جب بھی کوئی ہمارے زمانہ تک پہنچنے والی روایات واحادیث کا جائزہ لے تو اسے نظر آئے گا کہ پیغمبر اکرم اور حضرت امیر المومنین نے اپنے بعض اصحاب کو بازار پر نگراں وسرپرست معین فرمایا تھا اسی طرح ان روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعید بن سعید العاص کو بازار مکہ کا نگراں معین کیا تھ (۱) یہ روایت بھی ہے کہ آنحضرت نے عمر بن الخطاب کو مدینہ کے بازار کا نگراں بنایا تھا (۲) حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے

بارے میں ہے کہ حضرت نے ابن عباس کو قاضی و ناظر کی حیثیت سے بصرہ روانہ کیا (۳) اور علی ابن اصمع کو بارجاہ (۴) پرنگراں معین فرمایا (۵) اور اپنی جانب سے اہواز پر منصوب قاضی رفاعہ ابن شداد کو ایک خط لکھا اور اس میں حکم دیا کہ "ابن ہرمہ" کو بازار سے ہٹا کر کسی دوسرے شخص کو بزار کا سر پرست بنائے (٦)

بدعت پھیلانے والا بازار کا سرپرست نہ ہو

حضرت امیر المونین علیہ السلام نے اہواز میں اپنی طرف سے منصوب قاضی "رفاعہ بن شداد" کو لکھا:

"لو تول امر السوق ذا بدعة، و الا فا ئنت اعلم" (٧)

اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ بدعت پھیلانے والے کی یہ کوشش رہتی ہے کہ وہ لوگوں کو بدعت کی طرف دعوت دینے اور اسے پھیلانے کی غرض سے بازار پر اپنے تسلط کے ذریعہ لوگوں پر اقتصادی دباؤ سے کام لیتا ہے، نیز ایسا شخص اپنے تسلط و رسوخ کے ذریعہ لوگوں پر دباؤ ڈال کر انھیں اپنی بدعتوں کے خلاف آواز اٹھانے سے روک دیتا ہے یا انھیں اس پر مجبور کرتا ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے اس کی مالی مدد کریں یا اسے ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائیں۔

بازار کے سرپرست کے اختیارات

بازار کے متولی و سرپرست کے اختیارات کیا ہیں اس پر واضح طور سے دلالت کرنے والی کوئی

چیز دسترس میں نہیں ہے چہ جائے کہ کہ اس کے حدود وموارد کے بارہ میں کوئی دلیل یا سند بیان کی جائے سوائے اس کے کہ وہ باتیں جو ہم نے اس سلسلہ بحث میں پہلے نقل کی ہیں اوران امور واقدامات کو دیکھتے ہوئے جو حضرت پیغمبراکرم اور حضرت امیرالمومنین نے بازار میں انجام دیئے تھے، ہم یہ گمان کرسکتے ہیں کہ بازار کے متولی وسرپرست کے اختیارات اوراس کی ذمہ داریاں حسب ذیل رہی ہیں۔

الف: احتکار وذخیرہ اندوزی سے روکنا جیسا کہ حضرت پیغمبراکرم نے یہ اقدام فرمایا اور حضرت امیرالمومنین نے مالک اشتر کے عہدنامہ میں اس کی صراحت کی ہے۔

ب: قیمتوں پرنگرانی اوران کی حد سے زیادہ بڑھنے پر روک۔

ج: وزن اورناپ تول کی چیزوں پرنگرانی اوران کی جانچ پڑتال۔

د: بازار کی حدود سے آگے بڑھ جانے اوران کے غیرقانونی قبضہ وتصرف پر روک۔

ھ: ملاوٹ اوردھوکہ دھڑی کی جانچ پڑتال، چاہے مال سایہ میں بیچنے کی حد تک ہی کیوں نہ ہو ،ان پر روک اوراچھی جنس کوخراب جنس میں ملاکر فروخت کرنے پر پابندی اورانھیں الگ الگ بیچنے پر مجبور کرنا۔

و: ان تاجروں کوتجارت کی اجازت دینا جن میں مطلوبہ اوصاف وشرائط پائے جاتے ہوں۔

ز: ان مشکلوں اوردشواریوں کوحل کرنا جومعمولاً بازاروں میں وجود میں آتی ہیں لڑائی جھگڑوں کا فیصلہ کرنا اورصاحب حق کواس کا حق دلانا۔ جیسا کہ حضرت امیرالمومنین نے اس کنیز کے سلسلہ میں عمل کیا جس نے خرمے خریدے تھے اوروہ خرمے اس کے مالک کوپسند نہیں آئے

تھے۔

ح: گمشدہ افراد کی رہنمائی کرنا۔

ط: کھوئے ہوئے افراد کو تلاش کرنا۔

ی: کمزوروں کی مدد کرنا۔

ک: جانوروں کے ذبح کے طریقہ پر نگرانی رکھنا اور خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دینا۔

ل: تاجروں اور سوداگروں کے امور کی دیکھ بھال۔

م: ان کی عزت واحترام کی حفاظت۔

ن: دوسروں سے ان کا حق حاصل کرنا۔

س: ان کے راستوں کو پُرامن بنانا۔

ع: کھانے پینے کا سامان بازار میں لانے والوں کو خاطر مدارات اور جب تک وہ بازار سے باہر نہ ہوں ان کی میزبانی کرنا۔

ف: راستہ میں ان کا جو مال برباد ہو گیا ہے اس کی بھرپائی کرنا۔

ص: ذمی کفار کو صرافہ کے کاروبار سے روکنا، اور ہر اس شخص کو اس قسم کی تجارت سے روکنا جس کا وہ حق نہ رکھتا ہو۔

ق: ان جگہوں پر خرید وفروخت سے روکنا جو مال بیچنے کی جگہیں نہ ہوں۔

ر: ممنوعہ چیزوں مثلاً شراب وغیرہ یا پانی میں مری ہوئی مچھلی کی تجارت سے روکنا اور غیر شرعی پیشے مثلاً قصہ گوئی وغیرہ پر پابندی لگانا۔

ش: ان روایات سے، جن سے "ابن ہرمۃ" کی خیانت پر اس کی سزا اور "علی بن اصمع" کی انگلیاں کاٹے جانے کا ذکر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ بازار کا متولی وسرپرست بازار کے مالی امور کا بھی سرپرست ہوتا تھا کہ احتمال کے طور پر یہ امور ذمی کافروں سے ٹیکس لینے یا بازار میں موجود اموال کی نگہبانی وغیرہ سے متعلق رہے ہیں۔

ان کے علاوہ بازار کے سرپرست کے اور دوسرے اختیارات بھی سلسلہ بحث میں مذکور روایات اوران روایات سے جنھیں نقل کرنا مقصود نہیں تھا، معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

خیانت کی صورت میں بازار کے سرپرست کو سزا

معلوم ہوتا ہے کہ بازار کے سرپرست کی ذمہ داریاں فقط حالات پر کنٹرول اورنگرانی نہیں تھی بلکہ ان کے علاوہ اس کے کاندھوں پر بازار میں موجود اموال کی حفاظت کی ذمہ داری بھی رہی ہے، یہی وجہ تھی کہ بعض متولی وسرپرست بازار کی حدود اوران کے اختیارات کے دائرے میں موجود اموال کی خیانت کے مرتکب ہوتے تھے اورکبھی بعض خلاف ورزیوں سے چشم پوشی کرنے یا بعض افراد کو سہولتیں فراہم کرنے کے لئے رشوت لیا کرتے تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امیرالمومنین اس طرح کی خیانتیں کرنے والوں کو سخت ترین سزائیں دیا کرتے تھے "علی بن اصمع" کو آپ نے "بارجاہ" کے علاقہ میں بازار کا متولی مقرر فرمایا تھا اور جب اس نے خیانت کی تو اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ یہ شخص حجاج بن یوسف کے زمانہ تک زندہ رہا۔ ایک روز اس نے حجاج سے کہا: میرے خاندان والوں نے میرے ساتھ بدی کی

حجاج نے پوچھا: کیسے؟

جواب دیا میرا نام علی رکھا ہے

حجاج نے کہا کیا اچھی بات کہی ہے اس کے بعد اسے ایک علاقہ کی ولایت وحاکمیت بخش دی ،ساتھ میں یہ بھی کہا: اگر مجھے خبر ملی کہ تو نے خیانت کی ہے تو تیرا جتنا ہاتھ علی علیہ السلام نے باقی رکھ چھوڑا ہے اسے میں کاٹ ڈالوں گ (۸)

یوں ہی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اہواز میں اپنی جانب سے منصوب قاضی رفاعہ بن شداد کو بازار اہواز کا متولی ابن ہرمہ۔جس نے خیانت کی تھی۔ کے بارے میں لکھا کہ۔:

"اذا قرائت كتابي هٰذا فنح ابن هرمه عن السوق و اوفقه للناس ،و اسجنه،وناد عليه ،وا كتب الیٰ اهل عملك، تعلمهم رايي فيه، ولا تأخذك فيه غفلة،ولا تفريط، فتهلك عندالله،و اعز لك عزلة و اعيذك بالله منه

فاذا كان يوم الجمعة، فاخرجه من السجن، وا ضربه خمسة و ثلاثين سوطا وطف به الیٰ الاسواق؛فمن اتیٰ عليه بشاهد؛فحلفه مع شاهده؛وادفع اليه من مكسبه ما شهد به عليه

و مر به الی السجن مهانا منبوحا ؛واحزم رجليه بحزام ،واخرجه ولا تحل بينه وبين من ياتيه بمطعم او مشرب،او ملبس،او مفرش

ولا تدع احدا يدخل اليه ممن يلقنه اللدد و يرجيه الخلاص (الخلوص خ ل) فان صح عندك ؛ان احدا لقنه ما يضر به مسلما فاضربه بالدرة ،واحبسه حتیٰ يتوب

و مرباء خراج اهل السجن فی اليل الیٰ صحن السجن ليتفرجوا (ليفرجوا خ

ل)،غیر ابن هرمة ،الا ان تخاف موته؛فتخرجه مع اهل السجن الی الصحن فان رایت به طاقة ،او استطاعة ؛ فاضربه بعد ثلاثین یوما خمسة وثلاثین سوطا ،بعد الخمسة و الثلاثین الاولیٰ

وا کتب الی بما فعلت (صنعت خ ل) فی السوق ،و من اخترت الخاین واقطع عن الخائن رزقه))(۹)

"میرا یہ خط پڑھتے ہی "ابن ہرمہ" کو بازار سے نکال دو اسے لوگوں کے سامنے لا کھڑا کرو،قیدی بناؤاور لوگوں کو(اس کی خیانت ظاہر کرنے اور پہچنوانے کے لئے) آواز دو اور اکٹھا کرو،اپنے کارگزاروں کو خط لکھ کرانھیں اس کے بارے میں میرے نظریئے سے اگاہ کرو،اس کے بارے میں غفلت وسہل انگاری نہ کرو کہ خدا کے نزدیک ہلاک ہو اور میں تمھیں تمھارے عہدہ سے بری طرح سے علیٰحدہ کردوں میں اس سلسلہ میں تیرے لئے خدا کی پناہ مانگتا ہوں

پس جب جمعہ کا دن آئے تو قید سے باہر لا کر اسے پینتیس (۳۵) کوڑے لگاؤ اور بازار میں پھراؤ، جو بھی اس کے خلاف (اپنے خسارہ کا) دعویٰ کرے اور گواہ لائے تو خود اوراس کے گواہ کو قسم دلاؤ اس کے بعد اس (ابن ہرمہ) کے مال میں سے اتنی مقدار مدعی کو ادا کرو پھر اسے ذلت وخواری کے ساتھ قید خانہ میں واپس لے جا کر اس کے پیروں میں بیڑی ڈال دو۔اور نماز کے اوقات میں انھیں کھولو۔

اس کے اوراس شخص کے درمیان حائل مت ہو جو اس (خائن) کے لئے کھانے پینے کی چیزیں ،لباس اور بستر لائے ،اور کسی ایسے شخص کو اس کے پاس نہ جانے دو اسے کینہ و دشمنی سکھا تا ہے

اورآزاد ہونے کی امید دلاتا ہے

اگرتم پر یہ بات ثابت ہوجائے کہ کسی نے اسے کوئی ایسی بات سکھائی ہے جومسلمانوں کے لئے مضر ہےتو اسے تازیانے لگاؤاوراس وقت تک قید رکھو کہ وہ توبہ کرلے۔قیدیوں کوحکم دو کہ شب میں قیدخانہ کی صحن میں نکل کرٹہلیں اورآرام کریں لیکن ابن ہرمہ کواس کی اجازت مگر یہ کہ تمھیں اس کے مرجانے کا خوف ہوکہ ایسی صورت میں اسے بھی قیدیوں کےساتھ صحن میں لےآؤ۔

اورجب اس طاقت وتوانائی دیکھوتوتیس روز کے بعد دوبارہ پینتیس کوڑے لگاؤ۔نیزتم نے بازار میں کیا اقدام کیا ہے اورکس شخص کواس خیانت کار کی جگہ پرمعین کیا ہے، مجھے لکھو اور خائن کی روزی بندکردو“

---

۱)۔الاصابہ ج/ ۲ ص/ ۷ ۴،ازابن شاہین ،السیر ۃ الحلبیۃ ج/ ۳ص/ ۷ ۲ ۳،اسد الغابۃ ج/ ۲ ص/ ۹ ۰ ۳،از ابی عمرہ ابن مندہ الاستیعاب (طبع برحاشیہ،ج/ ۲ ص/ ۸) الاصناف فی العصر العباسی ص/ ۹ ۱۳،معالم الحکومہ النبویۃ ص/ ۴ ۴ ۲،نظام الحکم فی الشریعہ و التاریخ الاسلامی (السلطۃ القضائیۃ ص/۵۹۱و۶۱۵،اور یہی کتاب کی فصل الحیاۃ الدستوریۃ ص/ ۹ ۴)الترتیب الاداریہ ج/۱ص/ ۲۸۵ تا۲۸۸

۲)۔ السیرۃ الحلبیہ ج/۳ ص/ ۳۲۷،الاصناف ص/۱۳۹ ،التراتیب الاداریۃ ج/۱ص/۲۸۶و۲۸۷

"یعنی کسی بدعتی کو بازار کے امور کا سرپرست نہ بناؤ، ورنہ پس تم بہتر جانتے ہو"

۳)۔ نظام الحکم فی الشریعہ والتاریخ اسلامی (السلطۃ القضائیہ)ص/ ۷۰، از ادب القاضی ماوردی ج/ ۱ص/ ۱۳۵

۴)۔ بصرہ کے علاقہ کا نام یہ فارسی کا لفظ بارگاہ ہے عربی میں بارجاہ ہو گیا ہے

۵)۔ الاشتقاق ص/ ۲۷۲ نیز کتاب وفیات الاعیان ج/ ۳ص/ ۱۷۵ میں آیا ہے کہ حجاج نے اسے بصرہ کے علاقہ بارجاہ میں مچھلی کے بازار پر نگراں بنایا تھ

۶)۔ دعائم الاسلام ج/ ۲ص/ ۵۳۲، نہج السعادۃ ج/ ۵ص/ ۵۳و ۳۸، مجلہ نور علم چوتھی جلد شمارہ/ ۴ص/ ۴۴ از دعائم الاسلام ومعاون الحکمۃ ص/ ۳۸۲

۷)۔ دعائم الاسلام، ج/ ۲،ص/ ۵۳۰۔ نہج السعادۃ، ج/ ۵،ص/ ۳۳

۸)۔ الاشتقاق ج/ ۱ص/ ۲۷۲، وفیات الاعیان ج/ ۳ص/ ۱۷۵

۹)۔ دعائم الاسلام ج/ ۲ ص/ ۵۳۲ وص/ ۵۳۳ نہج السعادہ ج/ ۵ ص/ ۵۳ وص/ ۳۸ "مجلہ نور علم" سال دوم شمارہ ۳ص/ ۴۴ نقل از حاشیہ معاون الحکمۃ ص/ ۳۸۲